

م 225-



نور

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ہفت روزہ

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی

نور و تار

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی

87695

~~87695~~

تصنیف	_____	نوروزنار
مصنف	_____	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
تبیض	_____	مولانا محمد مرید احمد چشتی سیالوی
کتابت	_____	زرق الماسی قادری رامپوری
طابع	_____	آر۔ آئی پرنٹرز۔ اردو بازار۔ کراچی
ناشر	_____	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی
اشاعت	_____	ایک ہزار
طباعت	_____	۱۴۰۴ھ ۱۹۸۴ء
قیمت	_____	۱۴ روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ رضویہ۔ آرام باغ روڈ۔ کراچی
 مرکزی مجلسِ رضا۔ نوری مسجد ریلوے اسٹیشن۔ لاہور
 مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ ایم اے جناح روڈ۔ کراچی
 مکتبہ قادریہ۔ لوہاری گیٹ۔ لاہور
 رضا پبلیکیشنز۔ مین بازار۔ دامنا صاحب۔ لاہور

انتساب

توحید کے ان پرستاروں کے نام

- جنہوں نے محبت کے چراغ روشن کئے۔
- جنہوں نے ادب کا سلیقہ سکھایا۔
- جو رمز شناس ادب تھے۔
- جادو ادب سے جن کا نہ خیال بھٹکتا تھا، نہ زبان بہکتی تھی، نہ قدم ڈگمگاتے تھے۔
- جو حیرم جاناں میں نیچی نگاہوں سے بیٹھے رہتے تھے۔
- حضورِ یار میں جن کی آواز بلند نہ ہوتی تھی۔
- جو آتے تھے تو اس کی اجازت سے بیٹھتے تھے تو اس کی اجازت سے اٹھتے تھے تو اس کی اجازت سے۔
- جنہوں نے اپنا جان و مال محبوب کے قدموں پر بچھا اور کر دیا تھا۔
- جو ادب کو جانِ ایمان سمجھتے تھے۔
- جو ادب ہی کے لئے جیتے تھے، جو ادب ہی کے لئے مرتے تھے۔

مسعود

فہرس

	○	۵	○	حرفِ اول
۵۶	○	۷	○	حرفِ آغاز
۵۷	○	۱۴	○	آدم و ابلیس
۵۹	○	۱۹	○	آدابِ رسالت
۶۰	○	۲۶	○	توہینِ رسالت
۶۲	○	۳۰	○	تعارفِ تقویۃ الایمان
۶۹	○	۳۹	○	عبارتِ تقویۃ الایمان
۷۳	○	۳۹	○	پہلی عبارت
۷۶	○	۳۹	○	دوسری عبارت
۷۸	○	۴۰	○	تیسری عبارت
۸۷	○	۴۰	○	چوتھی عبارت
۸۸	○	۴۴	○	پانچویں عبارت
۱۰۱	○	۴۷	○	چھٹی عبارت
۱۰۸	○	۴۹	○	ساتویں عبارت
		۵۲	○	آٹھویں عبارت

حَرْفِ اَوَّلُ

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) سنہ ۱۹۸۲ء سے برابر تحقیقی نگارشات پیش کر رہا ہے۔ اب تک تقریباً دس کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ الحمد للہ علمی حلقوں میں اس کے مثبت اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ پیش نظر کتاب نورونار پر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی تصنیف ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۲ء میں المجمع الاسلامی (مبارک لوزر اعظم گڑھ) کی طرف سے شائع ہو چکا ہے، ایک ایڈیشن لاہور سے شائع ہونے والا ہے۔ اس طرح پیش نظر ایڈیشن اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن ہوگا جو کتاب کی افادیت کے پیش نظر شائع کیا جا رہا ہے۔ اس ایڈیشن کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ڈاکٹر محمد مسعود احمد سے خصوصی طور پر اختتامید لکھوا کر شامل کیا گیا ہے جو ضل جلیل مولانا ابوالحسن زید فاروقی کی تازہ تصنیف ”مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان“ سے ماخوذ ہے۔ اس کے علاوہ بعض دیگر حقائق بھی ہیں؛

نورونار کے مختلف پاکستانی زبانوں میں ترجمے بھی کئے جا رہے ہیں چنانچہ حضرت ابوالخیر محمد عبداللہ جان مدظلہ العالی (مرشد آباد شریف، پشاور) نے اس کا سندھی میں ترجمہ کرایا ہے اور اب پشتو میں ترجمہ کر رہے ہیں۔ بنگلہ میں ترجمہ پہلے ہی بنگلہ دیش میں ہو چکا ہے؛

نورونار کا اصل موضوع اصلاح و فکر و نظر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کی زندگی میں عقائد و افکار کی وہی حیثیت ہے جو ایک عمارت میں بنیاد کی حیثیت ہوتی ہے یا ایک جسم میں روح کی۔ کمزور بنیاد پر پائیدار عمارت قائم نہیں رہ سکتی، اسی طرح خبیث روح، سعید انسان نہیں بنا سکتی اسلئے

ہر انسان کے لئے عقائد بنیادی اہمیت رکھتے ہیں، ان سے کسی حالت میں بھی غافل نہیں رہا جاسکتا۔

اس وقت ملت اسلامیہ میں تفرقہ و انتشار حضور النور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے تعلقی اور عقائد و افکار کی ناچختگی کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے ایسی صورت میں وہی عقائد و افکار ملت اسلامیہ کو متحد کر سکتے ہیں جنہوں نے کبھی اتحاد و اتفاق کی صورت پیدا کی تھی، یہ وہ دور تھا جب دور جدید کے بیسیوں فرقوں میں سے ایک دو فرقوں کے سوا کوئی فرقہ نہ تھا۔ اس لئے ہم کو اپنے ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنا چاہئے جو صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ جنہوں نے ادب کی راہ چلی اور حضور النور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپ کی اتباع سے اپنے اخلاق و اعمال کو فریق کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی سچی سمجھ عطا فرمائے اور ادب کی راہ چلائے۔

ارمینے!

احقر
سید ریاست علی قادری عفی عنہ
ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

۱۴۰۴ھ
۶۱۹۸۴

باسمہ تعالیٰ

حرفِ آغاز

عقیدہ توحید بڑی قوت ہے۔ بڑی زبردست قوت۔
 اس کا پرستار کبھی رسوا ہو نہیں سکتا۔ مگر عقیدہ توحید وہ نہیں جو ابلیس
 نے پیش کیا کہ انبیار و اولیاء سے پیٹ پھیر کر بس اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیے
 ۔۔۔ وہ عقیدہ توحید جو قرآن نے پیش کیا کہ دل میں انبیاء و اولیاء کی
 محبتیں اور عظمتیں لئے اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیے۔

اقبال نے سچ کہا تھا کہ ہماری نصیبی و بد بختی یہ ہے کہ ہمارے
 جو ان اسلاف سے بے تعلق ہو گئے۔ اس میں شک نہیں کہ انبیاء و
 اولیاء کی محبتیں قلبِ مسلم کے لئے ایک قسم کے سنگر ہیں۔ یہ سنگر
 ٹوٹ جائیں تو انسان کہیں کا نہیں رہتا۔ پھر نہ اللہ کا احترام
 رہتا ہے۔ نہ بیت اللہ کا۔ جب زمین پر کوئی بنیاد ہی
 نہیں تو عمارت کو زمین بوس ہونا ہے۔ مشاہدات اور قرآن
 سے یہی ثابت ہو رہا ہے۔ اور ان دو سے بڑھ کر کس کی
 شہادت ہے؟ وَالْحَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ۔
 ابلیس نے اس سنگر کو توڑا، بس اللہ ہی سے رشتہ جوڑا، آدم سے منہ

موٹا — اس کا انجام جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا — توت قلب نظر
 کے لئے اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کے محبوب بندوں سے بھی دل شاد و
 آباد ہونا چاہئے — لیکن اگر بھی کوششیں ہو رہی ہیں کہ انبیاء و اولیاء
 سے عشق و محبت کا جو بندھن بندھا ہوا ہے اس کو توڑ دیا جائے —
 شکست و ریخت کی اس ہم کا توحید خالص کے نام سے پرچار کیا جا رہا
 ہے بنگلہ دیش کے ایک عالم مولانا محمد عبدالکریم (پرنسپل) نے لکھا کہ وہاں توحید خالص کو پڑھیں
 بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ موصوف نے ایک مقالے کی فرمائش کی مقالہ لکھ کر بنگلہ بان
 میں ترجمہ و اشاعت کے لئے ان کو بھیج دیا گیا — اجاب کے اصرار پر اب اس کا اردو متن فارغین
 کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے —

یہ جو کچھ لکھا گیا خدمت دین کے جذبے اور ملت اسلامیہ کے
 درد نے لکھوایا — یہ تحریر کسی شخص کے خلاف نہیں بلکہ گستاخیوں
 کے خلاف ہے — نفرت کے خلاف اور محبت کی حمایت میں ایک
 صدائے درد ہے — اس کا اسی جذبے کے تحت مطالعہ ہونا
 چاہئے — بے شک گستاخیوں کے ساتھ ساتھ گستاخوں کا ذکر
 بھی آیا ہے — اس میں 'میں' مجبور تھا — گستاخانہ عبارات بار
 بار چھاپ کر شائع کی جا رہی ہیں — نہ کی جاتیں تو شاید ذکر کی
 نوبت نہ آتی اور احتساب کی ضرورت پیش نہ آتی — مگر ان عبارات
 کا زہر افراد ملت کے ذہنوں میں سرایت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور
 وہ غیر شعوری طور پر ایک ایسی سمت جا رہے ہیں جہاں ابلیس نے
 لے جانے کا عزم معمم کیا تھا اور قسم کھا کر کہا تھا کہ میں تیرے بندوں
 کو ضرور بالضرور بہکاؤں گا — اس لئے ضروری سمجھا کہ اس زہر
 کا تہ یاق تیار کیا جائے تاکہ مسموم قلب و نظر بے ادبی و گستاخی کی گھٹن

سے نکل کر محبت و ادب کی کھلی نضا میں سانس لے سکیں۔
 دورِ جدید میں اچھی کتاب سے زیادہ مفید کہتی شے نہیں اور بُری
 کتاب سے خطرناک کوئی ہتھیار نہیں۔ اس لئے بڑے پیمانے پر
 کتابوں کی چھان بچک ضروری ہے۔ معیار یہ ہونا چاہیے کہ ایسی کتابیں۔

○ جن میں اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں

○ جن میں رسول اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں

○ جن میں اسلام کی شان میں گستاخیاں ہوں

○ جن میں اہل بیت اور ازواجِ مطہرات کی شان میں گستاخیاں ہوں

○ جن میں صحابہ کی شان میں گستاخیاں ہوں

○ جن میں اولیاء اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں

ان پر پابندی نہ لگائی جاسکے تو کم از کم ایسی گستاخانہ عبارات
 و کلمات کو نکال دیا جائے جو قلبِ مسلم کے لئے کرناک اور تکلیف
 دہ ہوں۔ اصل میں یہ حذف و ترمیم کسی فرقے یا جماعت کے
 خلاف نہ ہوگی بلکہ نفرت و بے ادبی کے خلاف ہوگی! اور حقیقت یہ
 ہے کہ نفرت و بے ادبی کسی رعایت کی مستحق ہی نہیں۔ ہاں یہ
 بات ضرور ہے کہ یہ فیصلہ کون کرے کہ عبارات گستاخانہ ہیں یا نہیں
 سو اس کے لئے طریقہ کار یہ ہونا چاہیے کہ کتاب جس زبان میں ہو
 اس کے ماہرین کے سامنے وہ عبارات پیش کی جائیں اور ان سے
 دریافت کیا جائے۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ بعض گستاخانہ
 عبارات زبان و ادب کے دائرے میں آتی ہیں اور حریمِ محبت میں
 زبان کی ادنیٰ لغزش پر بھی سخت گرفت ہوتی ہے۔ یہاں دل و
 زبان دونوں کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے۔ ذرا زبان بے قابو
 ہوئی اور ایمان رخصت ہوا۔ بیشک ایمان کی سلامتی ادب

صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک دیکھ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں یہ
 وَرَدَّتْ نَارَ الْخَلِيلِ مُكْتَمًا
 فِي صَلْبِهِ أَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ

دترجمہ) حضرت خلیل کی آگ میں آپ نغنی ہو کر تھے

ان کی پشت میں آپ تھے تو وہ کیوں کر جلتے؟

کس کی مجال کہ ایسے محبوب کے لئے آگ سلگائے!
 یہاں جلنے والی آگ بھی نہیں جلتی۔۔۔ ٹھنڈی ہو ہو جاتی ہے، مگر یہ

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

نورِ ناری کی یہ جنگ جاری ہے۔۔۔ ابلیس نے گستاخی رسولی

کی جو آگ جلائی تھی وہ کبھی کبھی بھڑک اٹھتی ہے۔۔۔ مگر ناری کی

سوزشیں، نور کی تابستوں کے سامنے ماند پڑ جاتی ہیں اور سپر نور ہی نور

نظر آتا ہے

دل نور، جگر نور، زباں نور، نظر نور

میرے بزرگوار اور میرے عزیزو!۔۔۔ دل کو عقیدہ توحید

سے مضبوط و قوی کرو کہ دل ناتوان و کمزور ہے۔۔۔ ہاں یہ مضبوط

و قوی ہو گا تو محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت سے۔۔۔

انبیاء علیہم السلام کی محبت سے۔۔۔ اہل بیت کی محبت سے۔۔۔ صحابہ کرام کی

محبت سے۔۔۔ اولیاء اعظام کی محبت سے۔۔۔ علائق کی محبت سے۔۔۔ جو گلشن توحید

کے گل بوٹے ہیں۔۔۔ جو معرفت الہی کے وسیلے ہیں۔۔۔ جس طرح بے برگ و بار درخت کو

پہچانا مشکل ہے اسی طرح ان حضرات کی محبت و رہنمائی کے بغیر شجر

توحید کی حقیقت کا پانا مشکل ہے۔۔۔ جس طرح آلات جسمانی یا

قوائے روحانی کے بغیر نضاؤں کی بلندی تک پہنچانا ممکن ہے اسی طرح ان حضرات کے بغیر عقل کا آگے بڑھنا اور معرفت الہی کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔ عقل کی اس دنیا میں عقل کی بات کیجئے۔ برگ بار دیکھ کر درخت کو پہچانتے۔ دھوپ دیکھ کر آفتاب کو مانتے۔ ان سہاروں کو لے کر آگے بڑھتے۔ قرآن کا یہی حکم ہے۔ اللہ اللہ! قرآن کھولتے ہی پیاروں اور محبوبوں کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:۔۔۔۔۔

ہم کو سیدھی راہ پر چلا، ان لوگوں کی راہ
جن پر تو نے انعام فرمایا، ان لوگوں کی جن پر
تیرا غضب نازل ہوا

یہاں حزب اللہ اور حزب الشیطان کا ذکر فرما کر حق کو باطل سے متاثر کر دیا اور بتا دیا کہ حزب اللہ وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام اور حضرات اہل اللہ سے محبت کرے۔ ان کے نقش قدم کو پانے کی دعا کرے۔ ان کے راستے پر چلنے کی آرزو کرے۔ اور جب وہ نقش قدم مل جائے۔ اور جب وہ راستہ پالے۔ تو دل و جان سے اس پر چل کر منزل مقصود کو پالے۔ بیشک انہیں کے نشان قدم، منزل مقصود کا پتہ دیتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا "سچوں کے ساتھ ہو جاؤ"۔۔۔۔۔

چاہئے اچھوں کو جتنا چاہئے
یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہئے

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

(رپنسل، گورنمنٹ ڈگری کالج، کھٹھڑ)

سندھ، پاکستان (۱۴۰۳/۱۹۸۳ء)

نور و نارا

تیرے دین پاک کی وہ ضیا، کہ چمک اٹھی رہِ اِصْطِفَا
 جو نہ مانے آپ سقّر گیا، کہیں نور ہے کہیں نار ہے
 کوئی جان بس کے مہمک رہی، کسی دل میں اس کے کھٹک رہی
 نہیں اُس کے جلوے میں یک رہی، کہیں پھول ہے کہیں خار ہے

آدم و ابلیس

اللہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرایا۔ اپنے فرشتوں سے کرایا
اپنے سامنے کرایا۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کے آگے
سجدہ نہ کرو۔ نبی و رسول کی تعظیم حد سے زیادہ نہ کرو۔ مگر یہ
کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ عقل جواب دے!
ابلیس بھی تو اللہ سے یہی کہہ رہا تھا جو ہم کہتے پھرتے ہیں۔
پھر محض اس جرم پر کہ وہ اللہ اور صرف اللہ کے آگے جھکنا چاہتا تھا
غیر اللہ کے آگے جھکنے کو اس کا دل نہ چاہتا تھا، ایسی سزا ملی
کہ آج تک کسی کو ایسی سزا نہ ملی۔ سبحان اللہ یہ بھی کوئی جرم ہے!
پھر یہ سزا کیوں ملی؟ اللہ کی نافرمانی پر ملی یا آدم کی گستاخی
پر ملی؟ لیکن بظاہر لغزش تو آدم علیہ السلام سے بھی ملی۔
حکم ہوا اس درخت کے پاس نہ جانا۔ ابلیس نے بہکا دیا۔
درخت کے قریب چلے گئے پھر جو ہوا سو ہوا۔ مگر گرفت نہ
فرمائی، تنبیہ فرما کر معاف فرما دیا گیا۔ اگر فرمانِ حق سے لغزش
ہی موجب لعنت ہوتی تو آدم علیہ السلام کو معاف نہ کیا جاتا۔ مگر
نہیں آدم علیہ السلام کی یہ لغزش اللہ کی جناب میں تھی، اس لئے کلمات
معذرت القا فرما کر معاف کر دیا گیا۔ اور ابلیس کی گستاخی اللہ
کے محبوب بندے آدم علیہ السلام کی جناب میں تھی جس کو معاف نہ کیا
گیا اور ذلت و خواری کا طوق ابد الابد تک اس کی گردن میں ڈال
دیا گیا۔ بے شک ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا لیکن حقیقت
میں تعظیم رسول سے انکار کیا۔ وہ سرکش نہ تھا۔ وہ

مشرک نہ تھا۔۔۔ وہ بدعتی نہ تھا۔۔۔ وہ مومئد تھا مومئد۔۔۔
 وہ عابد و زاہد تھا۔۔۔ تو پھر وہ کیوں مارا گیا؟۔۔۔ بلاشبہ گستاخی
 رسول پر مارا گیا۔۔۔ یہ نکتہ نظر انداز کرنے کے لائق نہیں، غور فرمائیں
 اور خوب غور فرمائیں۔۔۔ اگر وہ نافرمانی پر مارا جاتا تو قصے کو طول
 نہ دیا جاتا۔۔۔ اللہ کو معلوم تھا کہ اس نے کیوں انکار کیا۔۔۔ مگر
 پھر سبھی اس سے پوچھا کہ تو، تو سرکش نہ تھا پھر کیا ہوا کہ تو نے سجدہ
 سے انکار کر دیا؟۔۔۔ ہاں یہ اس لئے پوچھا گیا کہ رازِ محبت
 عالم آشکار ہو جائے۔۔۔ سب کو خبر ہو جائے۔۔۔ اس نے کہا
 کہ خدایا تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا آدم کو خاک سے پیدا کیا۔۔۔
 میں آدم سے بہتر ہوں۔۔۔ ابلیس نے غلط نہ کہا تھا کہ آدم کو خاک سے
 پیدا کیا گیا تھا۔۔۔ مگر اللہ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ یہ ایسا سچ تھا
 جس سے ایک اولوالعزم نبی کی تحقیر ہوتی تھی اسی لئے فرمایا کہ تو ہمارے
 نبی کو حقیر سمجھتا ہے جا، دفع ہو، ذلیل و خوار ہو! فَاخْرُجْ اَنْفَقَ
 مِنَ الصَّخْرَيْنِ۔۔۔ معلوم ہوا کہ نبی کی شان میں کوئی سچی بات بھی
 تحقیر آمیز انداز میں کہی جائے تو ابدی بدبختی اور غضب الہی کا سبب
 بن سکتی ہے۔۔۔ بیشک۔۔۔

نفس گم کر دو می آید جنید و بایزید ایخبا
 اللہ اللہ تخلیق آدم علیہ السلام کے پہلے ہی روز گستاخان رسول کا
 انجام دکھا دیا گیا کہ کوئی آنے والا گستاخی کی جرأت نہ کر سکے۔۔۔
 نائب رب العالمین کا سکے چلتا رہے اور ان کے دامنِ عصمت پر کوئی

ہاتھ نہ ڈال سکے۔

ابلیس کی بدبختی و بد نصیبی کا سبب آدم (علیہ السلام) کی ذات تھی۔ اس لئے اس کا پہلا نشانہ آپ کی ہی ذات ٹھہری۔ اس نے آپکو بہکایا۔ اب وہ دلوں میں ہزاروں وسوسے ڈالتا ہے مگر سب سے خطرناک وسوسہ یہی ہے کہ "نبی کچھ نہیں، بس اللہ ہی اللہ ہے"۔ یہ وہ بات ہے جس نے ابدالآباد تک ابلیس کی گردن میں لعنت کا طوق ڈالا۔ کون ابلیس؟ جو موحد تھا۔ جس نے برسہا برس فرشتوں کو تعلیم دی۔ جن ہوتے ہوئے ریاضات و مجاہدات نے جس کو فرشتوں کی صف میں لاکھڑا کیا اور پھر اس کے سامنے فرشتوں کو زانوئے تلمذ طے کرنا پڑا۔ اور وہ فرشتوں کا استاد بنایا گیا۔ اس بلندی پر پہنچنے کے باوجود۔ اس شان کے علم و فضل اور زہد و عبادت کے باوجود۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمانِ عزت کی بلندیوں سے غارِ ذلت کی پستیوں میں گرا دیا گیا۔ آدم (علیہ السلام) کی جناب میں گستاخی کی پاداش میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملعون و مردود ٹھہرا دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ نبی کی شان میں گستاخی عمر بھر کی نیکیوں اور زمانے بھر کی فضیلتوں کو حربِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیتی ہے۔ اللہ اللہ جو کبھی عالم تھا۔ جو کبھی ولی کامل تھا۔ جو کبھی معلم الملکوت تھا۔ گستاخی رسول کے بعد اب وہ کچھ نہیں۔ پہلے اس کے آگے فرشتے باادب کھڑے ہوتے تھے۔ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ اس سے پناہ مانگو۔ اس سے دور بھاگو۔ حیف! ایک عالم و فاضل اور عابد و زاہد کو گستاخی کہاں سے کہاں لگے گی۔! قصۃ ابلیس و آدم ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ مگر نہیں آنکھیں نہیں کھلتیں۔ اور

نہ معلوم جان بوجھ کر یا بے سوچے سمجھے ابلیس کے مشن کو تقویت پہنچائی جا رہی ہے۔ اس کا مشن یہی ہے کہ مخلوقِ الہی کو انبیاء و اولیاء سے دور لے جایا جائے۔ اور ان سے بیگانہ کر کے کہیں کا نہ رکھا جائے۔ عظمتِ نبوت اس کی ذلت و رسوائی کا سبب بنی۔ اس لئے اس نے حضراتِ انبیاء علیہم السلام اور وارثینِ انبیاء حضراتِ اولیاء اللہ کو اپنا حریف سمجھا ہے اور انہیں کی عزت و ناموس کے دپے ہموں رہا ہے۔ دلوں کو ان سے توڑ رہا ہے۔ زبانوں کو ان کی جناب میں گستاخ بنا رہا ہے۔ خوب بدلے لے رہا ہے۔

حقیقت میں حکم، ادب سے بالاتر ہے۔ الامر فوق الادب۔ ابلیس یہ نکتہ نہ سمجھا وہ غیر اللہ کے آگے نہ ٹھکنے کو جانِ توحید سمجھا اور اس حرفِ محبت کو بھلا دیا کہ بندگی، محبوب کے اشاروں پر چلنے کا نام ہے۔ اسی لئے وہ مغضوب و مردود بٹھرا کہ حرفِ محبت سے نا آشنا تھا۔ اس کو عقل نے ڈسا، اس نے محبت کا مزا نہ چکھا۔ بیشک رئیسِ عاشقین ہی رئیسِ الموحدین ہے جس کو محبت و ادب کا پاس لحاظ نہیں وہ عاشقی و بندگی کیا جانے اسے۔

عاشق نہ شدی و محنتِ الفت نہ کشیدی

کس پیش تو غم نامہ، حبراں چہ کشاید

ایک ظاہری سجدہ ہے۔ ایک باطنی سجدہ ہے۔

ظاہری سجدہ یہ ہے کہ انسان کی پیشانی خمیدہ ہو کر زمین بوس ہو جائے اور باطنی سجدہ یہ ہے کہ جسم و جان دونوں مصروفِ اطاعت و بندگی ہو جائیں۔ گویا اطاعت و فرماں برداری روحِ سجدہ ہے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اسی لئے فرمایا مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ﷺ
جس نے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت
کی۔ دوسری جگہ فرمایا قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي
يُحِبِّكُمْ اللَّهُ ﷻ۔ فرادو اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری اطاعت
کو پھر اللہ تم کو محبوب بنائے گا۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور اللہ کی محبوبیت کا سب سے بڑا وسیلہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں روح سجدہ کی جھلک
آ رہی ہے۔

مجاز پرستی کے اس دور میں توحید خالص کا اس طرح پرچار کرنا کہ
اللہ کے برگزیدہ بندوں، رسولوں، نبیوں اور ولیوں کو محتاج محض اور
عاجز مخلوق قرار دے کر عام انسانوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے،
نہایت ہی خطرناک ہے۔ خصوصاً اس دور میں جو نبیوں
رسولوں اور ولیوں سے چھوٹا وہ خدا سے چھوٹا۔ اس کا مسلمان
نظر آنا تو ممکن ہے مگر مسلمان رہنا مشکل ہے۔
جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
در بدر یو نہی خوار سپرتے ہیں

۱۔ القرآن حکیم، سورۃ النساء، ۸۰

۲۔ القرآن حکیم، آل عمران، ۳۱

آدابِ رسالت

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

<p>د ترجمہ) اے ایمان والو! "راعنا" نہ کہو بلکہ "انظرنا" کہو (یعنی حضور پر نظر رکھیں) اور ارشادات عالی کو پہلے ہی دل لگا کر سنو۔ (اس حکم سے) تڑپ اگر خیالوں کے لئے دردناک فذاب ہے۔</p>	<p>يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَأَسْمَعُوا ۗ وَ لِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝</p>
---	---

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں جب صحابہ کرام کی سمجھ میں
کوئی بات نہ آتی تھی تو "راعنا" کہتے تھے یعنی ہماری رعایت کیجئے اور مکرر
ارشاد فرمائیے۔ اس مجلس مبارک میں یہودی بھی ہوتے وہ "ع" کے
زیر کو ذرا کھینچ کر "راعنا" کہتے تھے جس کے یہ معنی لیتے کہ "اے ہمارے
چرواہے! حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ" یہودیوں کی اس
تحقیر آمیز شرارت کو سمجھ گئے چنانچہ انہوں نے بانگِ دہل فرمایا کہ "اے
دشمنانِ اسلام اب اگر میں نے تم میں کسی سے یہ لفظ سنا تو اسکی گردن
اڑا دوں گا! جلالِ سعد بن معاذ نے آسمان وزمین کو ہلا کر رکھ دیا
اور یہ آیت نازل ہوئی جس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گستاخانِ رسول
کے منہ بند کر دیئے اور عذابِ الیم کی وعید سنائی۔"

۱۔ القرآن حکیم، سورۃ البقرہ، ۱۰۴۔ ۲۔ ہذا احد المعانی التي ذكرها العلماء في تفسير الآية
كافي في تفسير العلامة المنيا بوري ۱۲ محمد احمد ۳۔ انيسيا بوري، العلامة نظام الدين حسن بن محمد
تفسير غرائب القرآن ورفائف الفرقان ج ۱ ص ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱

یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ کفار و یہود جو کچھ کہا کرتے تھے وہ ہرگز صحابہ کا نہ مقصود تھا نہ ملفوظا۔۔۔ پھر بھی ارشاد ہوا "خبردار! اب "راعنا" نہ کہنا!۔۔۔ بات چل رہی ہے "راعینا" کی اور ممانعت فرمائی جا رہی ہے "راعنا" کی۔۔۔ اللہ اللہ غیرت الہی کی شان تو دیکھو!۔۔۔ کافروں کے معنی و مقصود کا تصور تک صحابہ کے دل میں نہ تھا بلکہ یہ وسوسہ ان کے قلب صافی میں گزر ہی نہ سکتا تھا مگر پھر بھی ممانعت فرمائی۔۔۔ تو پھر اس کی کیا وجہ تھی؟۔۔۔ بات یہ تھی گو "راعنا"۔۔۔ کسی معنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجب اہانت و توہین نہ ہو مگر کفار و یہود کا اس کو موجب توہین سمجھ کر استعمال کرنا غیرت الہی کو گوارا نہ ہوا اور صحابہ کی زبان سے ایک ایسے لفظ کا استعمال بھی ممنوع قرار دیا گیا جو اگرچہ ان کے نزدیک کسی پہلو سے بھی موجب اہانت نہیں مگر کفار کے اختیار کردہ لفظ کے ساتھ اسے لفظی اشتراک ہے۔۔۔ یہ آپ کی کمال رعایت ادب ہے۔

باصاف ضمیراں با ادب باش کہ بسیار

از آب گہر آئینہ زنگار گرفت است

الغرض ہر چند صحابہ لفظ "راعنا" کو ادب و احترام اور تعظیم کے لئے استعمال کرتے تھے مگر پھر بھی اس سے ملتے جلتے دوسرے لفظ "راعینا" کا استعمال تزییل و تحقیر کے لئے کیا جاتا تھا اس لئے یہ بھی ممنوع قرار دیا گیا۔۔۔ لفظ "راعنا" سے اشارۃً و کنایۃً بھی توہین مراد نہ تھی بلکہ اس کا استعمال تعظیم و ادب کے لئے تھا پھر یہ لفظ فرد و دلہنہ اور اس کا استعمال کرنے والا منسوب، تو غور کرو جن کلمات میں صراحتاً اور کھلم کھلا آپ کی شان میں گستاخی کی گئی ہو، مولیٰ تعالیٰ کے نزدیک

ان کلمات کا اور ان کے قائل کا کیا مقام ہو گا؟ — اس آیت میں دوسری بات قابل توجہ یہ ہے کہ یہاں مومنین سے خطاب فرمایا ہے کفار و یہود سے نہیں اس لئے یہ کہنا صحیح نہ ہو گا کہ وہی آیت کے مخاطب ہیں۔ — نہیں نہیں، مخاطب عوام و خواص مومنین ہیں۔ — بہر کیف آیت مذکورہ سے مندرجہ ذیل اصول و آداب مستنبط کئے جاسکتے ہیں: —

① ایسا لفظ جس کا معنی اوّٰی اطلاق اگرچہ فی نفسہ صحیح ہو مگر اس سے تمسخر و استہزار کا پہلو نکل سکتا ہو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور استعمال کرنا ناجائز ہے۔

② ایسے لفظ کا استعمال بھی جائز نہیں جو اگرچہ مقامِ ادب میں بولا جاتا ہو مگر اس سے ملتا جلتا لفظ مقامِ ادب سے گرا ہوا ہو۔

③ ایسے لفظ سے اگرچہ قائل کی مراد تمسخر و استہزار نہ ہو مگر پھر بھی وہ گنہگار اور قابلِ مواخذہ ہے۔

④ اس قسم کے الفاظ بھول چوک میں بھی نکل جائیں تو اس کا تدارک لازم ہے۔

⑤ جان بوجھ کر کہے جائیں تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بلکہ خدا کے نزدیک بھی اس کا قائل واجب القتل ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔

قرآن کریم میں جا بجا ایسی آیات ملتی ہیں جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و توقیر کا درس دیا گیا ہے اور عظمت و شوکت کو بیان کیا گیا ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان آیات کو دل سے لگا کر رکھیں تاکہ گلشنِ محبت و ادب و یران نہ ہو۔ — ملاحظہ فرمائیں۔

(ترجمہ) نبی کی آواز پر اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور ان کے حضور بات چلتا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تم کو خبر تک نہ ہو۔

(ترجمہ) جو لوگ نبی کے پاس دھیمی آواز سے بولتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے نزدیک تقویٰ کی آزمائش میں کامیاب ہیں، ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

(ترجمہ) جو حجروں کے باہر سے تم کو آواز دیتے ہیں، ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

(ترجمہ) ایمان والے وہ ہیں، جو نبی کی مجلس سے نبی کی اجازت کے بغیر نہیں جاتے۔

① يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

② إِنَّ الَّذِينَ يُغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

③ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝

④ لَمْ يَذُوبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوا ۖ ۝

۱۔ القرآن حکیم، سورۃ الحجرات، ۲
 ۲۔ القرآن حکیم، سورۃ الحجرات، ۳
 ۳۔ القرآن حکیم، سورۃ الحجرات، ۴
 ۴۔ القرآن حکیم، سورۃ النور، ۶۲

87695

~~70705~~

(ترجمہ) جو شخص اجازت چاہے اپنے
کسی کام کے لئے تو ان میں سے جسے تم
چاہو اجازت دے دو اور جسے نہ
چاہو اجازت نہ دو)

(ترجمہ) رسول کے پکارنے کو آپس میں
ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم میں ایک دوسرے کو
پکارتا ہے۔

(ترجمہ تفہیم) جو لوگ محفل مبارک سے آڑ
لے کر کھک جاتے ہیں اللہ انہیں
جاتا ہے وہ اللہ کے حکم کے خلاف
کرتے ہیں ان کو خدا سے ڈرنا چاہئے
کہ وہ کسی آفت یا عذاب کا شکار نہ ہو
جائیں۔

(ترجمہ) بیشک اللہ اور اس کے فرشتے
درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے
رنج پر اے ایمان والو! ان پر درود
اور خوب سلام بھیجو!

۵) فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ
لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأُذِنْ لِمَنْ
شِئْتَ مِنْهُمْ ۝

۶) لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ
الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ
بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۝

۷) قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ
يَسْتَلُونَ مِنْكُمْ لِيَوْمِ
الْحُجَّةِ فَالَّذِينَ يَخْتَفُونَ
عَنْ أَمْرِ اللَّهِ أَنْ يُصِيبَهُمْ
فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ
أَلِيمٌ ۝

۸) إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ
يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۖ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝

۱۔ القرآن حکیم، سورۃ النور، ۶۲

۲۔ القرآن حکیم، سورۃ النور، ۶۳

۳۔ القرآن حکیم، سورۃ النور، ۶۴

۴۔ القرآن حکیم، سورۃ الاحزاب، ۵۶

⑨ قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ
وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ
وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ
وَأَمْوَالٌ أُقْتَرَفْتُمْ عَلَيْهَا
وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا
وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا
أَحَبَّ إِلَيْكُمْ
مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ
فَتَرْتَبِصُوا حَتَّى يَأْتِيَ
اللَّهُ بِأَمْرٍ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

(ترجمہ) تم فرماؤ اگر تمہارے باپ
اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی
اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور
تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا
جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے
اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں
اللہ اور اس کے رسول اور اس کی
راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری
ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ
اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں
کو راہ نہیں دیتا۔

قرآن کریم میں بعض آیات وہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت فرمائی ہے یا کوئی ہدایت و
نصیحت۔۔۔ ایسی آیات میں عموماً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
سے براہ راست خطاب فرمایا ہے۔۔۔ بعض آیات وہ ہیں جن
میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن اور ان گنت
خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔۔۔ ایسی آیات میں عموماً براہ راست
مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔

اسی طرح احادیث میں بعض احادیث وہ ہیں جن میں حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز و انحرار کا اظہار فرمایا ہے اور بعض احادیث

وہ ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز و انکسار کا اظہار فرمایا ہے اور بعض احادیث وہ ہیں جن میں آپ نے اپنی جلالیت شان کا ذکر فرمایا ہے۔

اب ایک آنکھ تو وہ ہے جو پہلی قسم کی آیات و احادیث پر نظر جمائے ہوئے ہے اس کی نظر دوسری قسم کی آیات و احادیث کی طرف اٹھتی ہی نہیں۔ مگر ایک آنکھ وہ بھی ہے جو پہلی اور دوسری دونوں قسم کی آیات و احادیث کو سامنے رکھ کر قرآن و حدیث کی روح تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے اور وہ کچھ دیکھتی اور دکھاتی ہے جو پہلی آنکھ نہیں دیکھ پاتی۔ وہ پہلی آنکھ عالم آب و گل میں الجھ کر رہ گئی اور یہ دوسری آنکھ سموت بلکہ ماورائے سموت جا پہنچی۔ اُس کا اندازِ نظر غیر سائنٹفک ہے اس کا اندازِ نظر سائنٹفک ہوتے ہوئے بھی عاشقانہ اور مؤمنانہ ہے۔



توہین رسالت

مولوی اسماعیل دہلوی نے پاک و ہند کے جس ماحول میں آج سے
 ڈیڑھ سو برس پہلے تقویۃ الایمان لکھی اس دور میں حضور اکرم صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم سے عشق اور مشائخ عظام و اولیائے کرام سے محبت و
 عقیدت کے چرچے عام تھے شاہ وقت بہادر شاہ ظفر خود اہل سنت
 و جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔۔۔۔۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی انقلابی
 طبیعت کو یہ ماحول بیگانہ معلوم ہوا اور انہوں نے ابن عبد الوہاب کی
 روش پر چلتے ہوئے ماحول کے خلاف بھرپور جنگ کی اور تقویۃ الایمان
 لکھ کر عوام و خواص کے عشق و محبت کو جھنجھوڑا۔۔۔۔۔ علماء حیر آباد، علماء
 بدایوں، علماء برہلی، علماء فرنگی محل اور علماء دہلی وغیرہ نے تقویۃ الایمان
 کی بعض عبارات کی گرفت کی اور بعض علماء نے اس کے رد لکھے اور
 یہ سلسلہ چل نکلا۔۔۔۔۔ جو آج تک جاری ہے۔

تقویۃ الایمان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام محبوبان
 خدا کی جناب میں جو بے باکانہ اسلوب ملتا ہے وہ ان محبوبوں کے
 خالق و مالک جل و علا کے کلام میں بھی نہیں ملتا۔۔۔۔۔ سارے قرآن
 کو پڑھ جائیے کہیں یہ انداز نہ پائیں گے جو صاحب تقویۃ الایمان
 نے اپنا لیا ہے تو جب خدا نے اپنے محبوبوں کا کمال پاس و لحاظ رکھا ہے
 تو بندے کی کیا مجال کہ وہ ایسا بد لحاظ ہو جائے!
 طریقت میں جس نے قدم رکھا ہے وہ معمولی انسان کے لئے بھی
 بے باک نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام

رحم اللہ تعالیٰ کی جناب میں بیباک ہو! صاحبِ طریقت پیکرِ عجز و انکسار ہوتا ہے اس کو ہر گھڑی اپنی عاقبت کی فکر ہوتی ہے۔ وہ بڑے بول نہیں بولتا۔ بڑے بول وہی بولتا ہے جو اپنی عاقبت سے بے نیاز ہوتا ہے۔

تقویۃ الایمان کی ساری باتیں رد کرنے کے لائق نہیں مگر بہت ساری ایسی باتیں لکھ دی ہیں جنہوں نے پوری کتاب پر پانی پھیر دیا ہے۔ کاش صاحبِ تقویۃ الایمان ادب کی اہمیت کو سمجھتے اور ایسی عبارات سے گریز کرتے جو مقامِ ادب کے منافی ہیں۔ اسلام سراسر عشق و محبت ہے اور محبت سراسر ادب۔ بسا اوقات مقامِ عقل میں جو بات معقول نظر آتی ہے مقامِ عشق میں وہ نامعقول ہو جاتی ہے۔ مگر یہ بات وہی سمجھ سکتا ہے جو آشنائے محبت اور دانائے ادب ہو!

”محبوب کے سامنے زور سے نہ بولو“ عقل پوچھتی ہے، کیوں نہ بولیں؟ عشق کہتا ہے، خاموش، ہاں نہ بولو! محبوب کی مجلس سے بلا اجازت نہ کھسکو“ عقل پوچھتی ہے، کیوں نہ کھسکیں؟ عشق کہتا ہے، خرد دار، ہاں نہ کھسکو! مجھروں کے باہر سے محبوب کو آواز دے کر نہ بلاؤ۔ عقل پوچھتی ہے، کیوں نہ بلائیں؟ عشق کہتا ہے، ہشیار، ہاں نہ بلاؤ! محبوب کی محبت پر آل و اولاد اور جان و مال سب کچھ نثار کر دو۔ عقل پوچھتی ہے، کیوں نثار کر دیں؟ عشق کہتا ہے، ہاں ہاں نثار کر دو! ع

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں جن آداب کا قرآن حکیم نے ذکر کیا ہے۔۔۔ اگر عقل سے سمجھو تو سمجھ میں نہیں آتے۔۔۔ ہاں عشق سے سمجھو تو ہر ادب دل میں گھر کرتا چلا جاتا ہے۔۔۔ مقام عقل میں بھول چوک میں چھوٹ ہے۔ مگر مقام عشق میں بھول چوک پر سخت سزا ہے۔۔۔ بھول چوک غیر سے پیوستگی کا نتیجہ ہے۔ اس لئے عاشق کے شایان شان نہیں کہ وہ غیر سے وابستہ ہو کر آنا از خود رفتہ ہو جائے کہ آداب محبت کو کھیر فراموش کر دے۔

قرآن حکیم میں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر آواز بلند کرنے کی ممانعت فرمائی ہے وہاں صرف ممانعت نہیں بلکہ یہ بھی فرمایا جا رہا ہے کہ آج کے بعد اگر بھول چوک میں بھی کسی کی آواز بلند ہو گئی تو عجب نہیں کہ اس کے نیک اعمال ضائع کر دیئے جائیں اور اس کو خبر تک نہ ہو۔۔۔ کس کے اعمال؟۔۔۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال۔۔۔ جن کا ایک عمل اغواث و اقطاب و ابدال کے ساری ساری عمروں کے اعمال پر بھاری ہے۔۔۔ غور کرو!۔۔۔ اور خوب غور کرو!۔۔۔ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادبی و بے باکی کوئی معمولی بات نہیں۔۔۔ بہت بڑی بات ہے۔۔۔

یہ تو تھی صرف آواز اونچی کر نیوالی بات۔۔۔ اُن کی آواز جن کے منہ سے نکلے ہو۔۔۔ نئے کلمات ملت اسلامیہ کے لئے محبت ہیں۔۔۔ ایسے کلمات کا زہر سے نکل جانا بھی خدا کے نزدیک باعث تعزیر شدید پٹھرا۔۔۔ تو اُن کلمات کی بات کیا کی جائے جن میں اہانت و توہین کی بو آرہی ہے۔۔۔؟

آئندہ صفحات میں مولوی اسماعیل دہلوی کی بعض گستاخانہ عبارات کا جائزہ لیا جائے گا۔ اس سلسلے میں موصوف کے متبعین و معتقدین سے اتنی گزارش ہے کہ بالفرض اگر راقم کا کوئی کلمہ یا عبارت مولوی اسماعیل کی شان میں گستاخانہ محسوس فرمائیں تو اس کی بھی اسی طرح تاویل فرمائیں جس طرح مولوی اسماعیل کی گستاخانہ عبارات کی تاویل فرمایا کرتے ہیں یعنی یہ کہ انہوں نے جو گستاخانہ عبارات لکھی ہیں ان سے مقصود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی نہ تھی بلکہ رب تبارک و تعالیٰ کی بڑائی دکھانا مقصود تھا۔ راقم کی بھی عبارات اور کلمات کی یہ تاویل فرمائیں کہ اس سے مقصود مولوی اسماعیل کی تذلیل و تحقیر نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کا بیان مقصود ہے اور بلاشبہ یہ تاویل نہ ہوگی بلکہ اظہارِ حقیقت ہوگا کیوں کہ راقم کا مسلک تو یہ ہے ع

اخبت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی



تعارف تقویۃ الایمان

تقویۃ الایمان کا جو ایڈیشن ہمارے سامنے ہے اس کا پورا نام ہے تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان مؤلف مولوی اسماعیل نصیحۃ المسلمین مؤلف مولوی خرم علی مطبوعہ لاہور (۱۹۷۵ء) شائع کردہ امجد اکیڈمی، لاہور۔ تقویۃ الایمان ۷۰ صفحے کا رسالہ ہے جو صفحہ ۹ سے صفحہ ۷۹ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے بعد تذکیر الاخوان کے نام سے ایک اور رسالہ ہے صفحہ ۸۱ سے صفحہ ۳۲۷ تک پھیلا ہوا ہے اس رسالے کو مولوی اسماعیل سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس ایڈیشن میں تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان کے علاوہ سید عبداللہ بغدادی کے مکتوب عربی (محررہ ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۲ء) کے جواب میں مولوی اسماعیل کا مکتوب بھی ہے جو صفحہ ۳۲۹ سے ۳۳۵ تک پھیلا ہوا ہے اس کے بعد تقویۃ الایمان کی حایت اور تائید میں دوسرے فتوؤں کے علاوہ مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ بھی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں :-

۱، تقویۃ الایمان بہت ہی اچھی کتاب ہے اور شرک و بدعت کی تردید میں بے مثال ہے لہ

(ب) بات یہ ہے کہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بدعتیوں کو اس واسطے دشمنی ہے کہ آپ نے بدعتیوں کی خوب مٹی پلید کی لہ اور بدعتیوں کے بازار کو سرور کر دیا ہے

لہ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور (۱۹۷۵ء) ص ۳۲۷

لہ لفظ 'مٹی پلید کرنا' ایک عامیانه عاودہ ہے جو ایک مفتی و فقیہ کے شایان شان نہیں۔

لہ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان، ص ۳۲۷

فتوؤں کے بعد جامع تقویۃ الایمان نے تقویۃ الایمان کی تنازعہ عینہ عبارات کے بارے میں سوالاً جواباً صفائی پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو عذرِ گناہ بہتر از گناہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ جامع موصوف نے غیر علیہ السلام کو بڑا بھائی کہنے اور اللہ کے آگے چارے زیادہ ذلیل کہنے اور اس قسم کے اور کلمات کی تاویل و توجیہ فرمائی ہے۔ مناسب تھا کہ یہ نامعقول حملے مذمت کر دئے جاتے اور ان سے بریت کا اعلان کرا دیا جاتا۔ جب صاحب تقویۃ الایمان نے ایسی آیات و احادیث کو نظر انداز کر دیا جن سے انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شوکت کا اندازہ ہوتا تھا تو ایسے کلمات کو خارج کرنے میں کون سی قباحت تھی جن سے ان حضرات قدسیہ کی تحقیر و تذلیل ہوتی تھی۔ ناشائستہ کلمات کی تاویل و توجیہ کر کے اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہرگز دانائی و ہوشمندی کی بات نہیں۔ بات سے بات نکلتی ہے، مولوی اسماعیل دہلوی نے جو راہ اختیار کی یعنی انبیاء علیہم السلام کی تحقیر و تذلیل کے لئے آیات قرآنیہ سے استدلال کرنا اور ایسی آیات کو قطعاً نظر انداز کر دینا جن سے کمالِ رفعت و بلندی کا اندازہ ہوتا ہو، ڈیڑھ سو برس گزر جانے کے بعد بھی بعض حضرات اب تک اس راہ پر چل رہے ہیں۔ یہ کوئی الزام نہیں ذاتی تجربہ ہے۔

فوری ۱۹۷۹ء میں ایک ضعیف العمر عالم، عقائد سے متعلق اپنی تصنیف پر تقریظ لکھوانے تشریف لائے۔ کتاب کھول کر دیکھی تو بیوں اور رسولوں کا اس انداز سے تعارف کرایا گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک بے بس مخلوق ہیں (معاذ اللہ) مثلاً یہ کہ نبی کو کنوئیں میں

ڈال دیا جاتا ہے، قید کر دیا جاتا ہے، بیمار ڈال دیا جاتا ہے، دریا میں پھینک دیا جاتا ہے، پھلی کے پیٹ میں محبوس کر دیا جاتا ہے، وطن سے بے وطن کر دیا جاتا ہے، میدان جنگ میں لہو لہان کر دیا جاتا ہے، رو رو کے وہ بیانی سے محروم ہو جاتا ہے آگ میں ڈال دیا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

راقم نے عرض کیا کہ اولوالعزم نبیوں اور رسولوں کا یہ کیسا تعارت کرایا ہے؟ — فرمانے لگے یہ تو سب قرآن میں موجود ہے راقم نے عرض کیا — بیشک یہ سب قرآن میں ہے مگر اسی قرآن میں: —

○ یہ بھی تو ہے کہ سلیمان (علیہ السلام) کے خادم نے ملکہ سبا کا تخت سینکڑوں میل کی مسافت سے چشم زدن میں لاکر رکھ دیا۔

○ یہ بھی تو ہے کہ ایوب (علیہ السلام) نے جب زمین پر قدم مارا تو چشمہ پھوٹ نکلا۔

○ یہ بھی تو ہے کہ جب موسیٰ (علیہ السلام) دنیا سے سارہ کش ہو گئیں تو دیکھتے ہی دیکھتے پردہ غیب سے اسباب معیشت فراہم ہو گئے۔

○ یہ بھی تو ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے عالم شیرخوارگی میں اعلان نبوت فرمایا — پھر جب نبوت ملی تو یہ اعجاز ملا کہ ابرص پر ہاتھ پھیرا تو داخل دھتے دھل گئے، مرنے پر دم کیا تو آن کی آن میں زندہ کر دیا — مادر زاد اندھے پر نظر فرمائی تو بینا کر دیا — اور جب دشمنوں نے شرکا راہ کیا تو آسمان پر اٹھائے گئے۔

تو سارے عالم کی نظریں اس طرف پھیر دی گئیں۔
 ○ یہ بھی تو ہے کہ جب آپ میدان جہاد میں اترے تو فرشتے
 فوج در فوج آپ کی مدد کو جا پہنچے۔

○ یہ بھی تو ہے کہ اس تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکے
 مولیٰ نے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک راتوں رات سیر کرائی
 اور پھر ان بلندیوں پر لے گیا جن کا تصور انسان کے بس کی
 بات نہیں۔

اللہ اللہ یہ سارے اذکار قرآن حکیم میں موجود ہیں ان کا کیوں
 ذکر نہ کیا؟ فرمانے لگے، "عظمتوں کا ذکر کیا جائے تو لوگ کفر و شرک
 میں مبتلا ہو جائے ہیں"۔ فقیر نے عرض کیا کہ اس کی تدبیر تو حق جل جود
 فرماتا۔ جس نے ایسی آیات نازل فرمائیں آپ کیوں اس نکتہ کی ابتدا ہو
 گئے؟ پھر مجبور ہو کر فرمانے لگے کہ عظمتوں کی باتیں تو مجھ اس
 و مساجد میں علماء و واعظین سے سنی جاسکتی ہیں۔ فقیر نے عرض کیا
 لیکن آپ اپنی کتاب میں اس کا ذکر نہ فرمائیں گے؟ اس پر وہ
 عالم خاموش ہو گئے اور ایسی ونا اُمیدی کے ساتھ اپنا مسودہ لے کر
 چلے گئے۔

اس سانحہ سے سخت صدمہ ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ ہمارے
 درمیان اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو ایسی آیات و احادیث کو
 برسرِ منبر بیان نہیں کرنا چاہتے جن میں محبوبانِ خدا کی تعریف و توصیف
 اور ان کی عظمتوں اور منزلتوں کا ذکر ہے۔ اس لئے بالعموم ان
 حضرات کا موضوع کفر و شرک ہی رہتا ہے اور وہ محبوب سے زیادہ
 مغضوب کا ذکر کرنا پسند کرتے ہیں۔ یہ بات تقاضائے ایمان

کے منافی ہے، کوئی مسلمان نہیں جو ایسا کرنے پر دل سے آمادہ ہو۔
 اللہ تعالیٰ نے رُئے زمین کے تمام انسانوں کو اپنی جناب میں
 یہ اہتمام کرنے کا حکم دیا۔ (اے اللہ!) ہمیں سیدھے راستے پر چلا
 ان (برگزیدہ پیاروں) کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔ اللہ اکبر!
 ان پیاروں اور محبوبوں کے ذکر کے بغیر نہ دعا، دعا ہے اور نہ نماز، نماز
 کسی نے کیا خوب کہلے کہ ہر دعا میں اول و آخر درود شریف
 پڑھ لیا کرو۔ درود شریف کا مقبول بارگاہِ ایزدی ہونا ایک کھلی
 حقیقت ہے۔ جب اول و آخر کی چیز قبول ہوگی تو پھر بیچ کی
 چیز کیسے رد کی جاسکتی ہے۔ سبحان اللہ! بہر کیف ذکر تھا
 تقویۃ الایمان کا۔۔۔ بات کہاں سے کہاں پہنچی۔

تقویۃ الایمان میں قرآن کریم کی آیات کے غلط انطباق سے کفر
 و شرک کا جو معیار قائم کیا گیا ہے اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو
 مولوی اسماعیل کے معاصرین اور ان سے قبل عالم اسلام کے کروڑوں
 مسلمان کافر و مشرک ٹھہرتے ہیں حتیٰ کہ زمانہ حال میں عالم اسلام کے
 مسلمانوں کی اکثریت کافر و مشرک قرار پاتی ہے، اس طرح کوئی مسلمان
 حکومت اپنے ہاں مسلم اکثریت کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اس لئے
 مولوی اسماعیل کے خیالات و افکار کو آسانی سے قبول کرنا سخت خطرناک
 ہوگا، مناسب یہ ہوگا کہ ان کو نقد و نظر کی بھٹی میں پکا کر اچھی طرح

لے بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایسے لوگوں کو جو کفار کے
 حق میں نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں پر چپان کرتے ہیں "شیوا خلق اللہ"
 فرمایا ہے۔ (بخاری شریف، مطبوعہ احمدی، ص ۱۰۲) مسود

دیکھ لیا جائے اور کھوٹا کھرا الگ کر لیا جائے۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی جو د کے قائل ہیں حرکت کے نہیں۔ زندگی اور فکر زندگی متنازل ارتقار سے گزرتی ہے اور اسلام کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس نے زندگی کے فطری عمل کو نظر انداز نہیں کیا۔ وہ اس معنی میں حکی ہے کہ حرکت و عمل کا اس نے پورا پورا خیال رکھا ہے۔ اور اس معنی میں جامد ہے کہ اس کے اصول و ضوابط میں کوئی تغیر و تبدل نہیں۔ سب کے سب اپنی جگہ اٹل ہیں۔ وہ جامد ہوتے ہوئے جان حرکت ہے۔ یہی اس کا اعجاز ہے اور یہی اس کا امتیاز۔ اسلامی فکر و عقیدے پر جو قلم اٹھاتا ہے اسے اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا پڑے گا ورنہ وہ خود بھی راستے سے ہٹ جائے گا اور دوسروں کو بھی ہٹا دے گا۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے اپنے مزعموات کو ثابت کرنے کے لئے یہ کتاب لکھی ہے۔ اس لئے یہ ایک وکیل کی تصنیف تو کہی جاسکتی ہے، ایک منصف و مصلح اور رہبر کی تصنیف قرار نہیں دی جاسکتی۔ عدل کا تقاضا ہے کہ دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے اور دونوں طرف کے دلائل پر نظر رکھی جائے۔ البتہ وکالت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف ایک سمت نظر رکھی جائے اور دوسری سمت کو قطعاً نظر انداز کر دیا جائے بلکہ کوشش یہ کی جائے کہ ایسے دلائل و براہین فراہم کئے جائیں جو دوسری سمت کو ضعیف سے ضعیف تر کر دیں۔ تقویۃ الایمان کا یہی انداز ہے۔ اپنی پسند کی آیات و احادیث انتخاب کر لینا اور

محبوبانِ خدا کو بے کس و بے بس ظاہر کرنا ایک مسلمان مصلح و محقق کو
 زیب نہیں دیتا بلکہ یہ بات تو ایک غیر مسلم محقق کے لئے بھی باعثِ شرم و
 ندامت ہے۔۔۔ مناسب یہ تھا کہ مولوی اسماعیل تقویۃ الایمان میں
 ان آیات و احادیث کو بھی زیرِ بحث لائے جو ان کے مزعومات کے خلاف
 بتائیں یہ تو قح اس لئے بجا ہے کہ مولوی اسماعیل معمولی عالم نہ تھے۔ وہ
 بالکل باخبر تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے افسوسناک راہِ عمل
 اختیار کی اور حقائق کو چھپایا۔۔۔

تاریخ کی بنیاد دیانت داری پر ہے۔۔۔ جو اپنی پسند کے
 موافق بیانات قبول کرتا ہے اور اپنی پسند کے مخالف بیانات رد
 کرتا ہے وہ نہ مصلح ہے اور نہ محقق۔۔۔ یاد آیا بقول حافظ محمد یوسف
 محقق پاکستانی علیہ الرحمہ (ریکارڈ کیریئر، ریکارڈ آفس لائبریری، جے پور)
 جب ہندوستان کا مشہور مورخ پنڈت جادونا تھ سرکار، اورنگ
 زیب عالمگیر پر مواد کی فراہمی کے سلسلے میں سنٹرل ریکارڈ آفس
 لائبریری، جے پور، پہنچا تو اس کو عہد عالمگیری سے متعلق ایسا مستند
 قلمی مواد دکھایا گیا جس سے اورنگ زیب عالمگیر کے اچھے پہلوؤں
 پر روشنی پڑتی تھی مگر اس نے اس لئے قبول نہ کیا کہ اسکو اورنگ
 زیب کی سیرت مسخ کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنی تھی۔۔۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل
 نے انبیاء و صلحاء کے حق میں یہی طرزِ عمل اختیار کیا جو انصاف پسند
 طبائع کے لئے نہایت ہی تکلیف دہ بات ہے۔۔۔ جب پسند
 ہی بنیاد ٹھہری تو پسند کا حال تو ڈاڈا نوا ڈول ہے۔ کبھی ایک چیز
 ایک وقت غلط میں اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دوسرے وقت بُری

لگنے لگتی ہے۔ کچھ یہی حال تقویۃ الایمان اور اس کے مؤیدین متبعین کا ہے۔ وہ باتیں جو انبیاء علیہم السلام اور صلحاء امت کے لئے اچھی نہیں معلوم ہوتیں، وہ اپنے استادوں اور شيوخ کے لئے اچھی لگتی ہیں۔ یا جو باتیں دوسروں کے کرنے سے اچھی نہیں معلوم ہوتیں وہ خود کرنے سے اچھی ہو جاتی ہیں۔ یہ ایک دلچسپ مطالعہ ہے۔ راقم کے سامنے ایسے بہت سے شواہد و نظائر ہیں۔ دور کیوں جائیں۔ صاحب تقویۃ الایمان کے نزدیک انبیاء و صلحاء سب بے بس ہیں۔ ان کو ذرہ برابر اختیار نہیں۔ مگر تقویۃ الایمان کے اس ایڈیشن میں جو ہمارے سامنے ہے جامع و مرتب مولوی محمد عبدالعزیز صاحب نے مولوی اسماعیل کی قدرت و اختیار کا اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

ہیند میں اتنا قابو پایا تھا کہ جب چاہیں سو

جائیں اور جب چاہیں جاگ اٹھیں بلے

حالانکہ قرآنی آیات بتا رہی ہیں کہ اختیار تو خدا کو ہے کہ جب

چاہے سلائے جب چاہے اٹھائے اور جب چاہے سوتے سوتے

اپنے پاس بلائے۔

انتباہ :- اگلے صفحات میں تقویۃ الایمان کی جو عبارتیں پیش کی گئی ہیں وہ ص ۳۱ پر

ذکر شدہ ایڈیشن کے مطابق ہیں۔ ہندوستان کی قدیم و جدید تقویۃ الایمان کے مقابلے

سے انکشاف ہوا کہ مذکورہ ایڈیشن میں تحریف و تفسیر سے بھی کام لیا گیا ہے۔ تاکہ

عبارتوں کی قیامت کچھ ہو سکے اس کے باوجود گستاخوں کا چہرہ جلا ہے ۱۲ محمد احمد

لے اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان ص ۶ تذکیر الایمان مطبوعہ لاہور، ص ۶

عبارات تقویۃ الایمان

اب ہم ان عبارات و کلمات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو تقویۃ الایمان میں آج بھی موجود ہیں اور جن پر علمائے اسلام کی ایک کثیر جماعت معترض ہے۔ یہاں ہم چیدہ چیدہ صرف ۱۶ عبارات نقل کرتے ہیں۔ علمائے اسلام کا اعتراض صحیح ہے یا یہ محض ایک فتنہ انگیزی ہے جس کا داعیہ نفس آمارہ ہے اس کا فیصلہ مندرجہ ذیل حقائق و شواہد کی روشنی میں بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ تقویۃ الایمان کی عبارات ملاحظہ فرمائیں:

(پہلی عبارت)

جس نے اللہ کا حق اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دیدیا اس نے بڑے سے بڑے کا حق ذیل سے ذیل شخص کو دیدیا۔ کیونکہ خدا سب سے بڑا ہے اور خدا کے مقابلے میں اس کی مخلوق کی غلامانہ حیثیت ہے جیسے کوئی تاج شاہی ایک چار کے سر پر رکھ دے۔

(دوسری عبارت)

جب ہمارا خالق اللہ ہے تو ہمیں

۱۔ اسمعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاماخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۳

اپنے تمام مشکل اوقات میں اسی کو پکارنا
 لائق ہے کسی اور سے ہمیں کیا واسطہ؟
 جیسے کوئی کسی بادشاہ کا غلام ہو گیا تو
 وہ اپنی ضرورت اپنے بادشاہ ہی کے
 پاس لے جائے گا اسے دوسرے
 بادشاہوں سے کیا واسطہ؟ کسی بھنگی
 چمار کا تو ذکر ہی کیا ہے؟

— (تیسری عبارت) —

یقین مانو ہر شخص خواہ وہ بڑے سے
 بڑا انسان ہو یا مقرب ترین فرشتہ اس کی
 حیثیت شان الوہیت کے مقابلے پر ایک
 چمار کی حیثیت سے بھی زیادہ ذلیل ہے بڑے

— (چوتھی عبارت) —

تمام انبیاء اولیاء اس کے سامنے
 ایک ذرے سے بھی کم تر ہیں بڑے

مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل کے
 نزدیک کسی بھی حالت میں غیر اللہ سے استعانت جائز نہیں نیز یہ کہ
 انبیاء علیہم السلام اور صلحاء امت شان الوہیت کے سامنے

۱۔ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۸

۲۔ ایضاً، ص ۲۳

۳۔ ایضاً، ص ۲۶

ذرتے، جھنگلی اور چار سے زیادہ ذیل ہیں (معاذ اللہ)
 جہاں تک غیر اللہ سے استعانت کا تعلق ہے انبیاء تو انبیاء
 غیر انبیاء سے بھی استعانت کا حدیث شریف میں حکم ہے۔ مثلاً ایک حدیث
 میں آتا ہے کہ کوئی جنگل میں راستہ بھول جائے اور کوئی رہبر نہ ملے
 تو یہ کہے:

يَا عِبَادَ اللَّهِ اعِينُونِي بِاللهِ اے اللہ کے بند میری مدد کرو!

اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جو نظر نہیں آتے مگر پکارنے پر
 بھولے بھٹکوں کو راستہ بتاتے ہیں۔

سوئی سی بات ہے جو بچوں کی سمجھ میں بھی آسکتی ہے۔ کسی
 کو اللہ سمجھ کر مانگنا اور بات ہے اور اللہ کا بندہ سمجھ کر مانگنا اور
 بات ہے۔ مانگنے، مانگنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔
 مگر ہوا یہ کہ وہ ساری آیات جو اللہ سمجھ کر مانگنے کے متعلق تھیں اور
 جن کا تعلق سراسر کفار و مشرکین سے تھا ان کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا
 گیا جو محبوبانِ خدا سے اللہ کا مقرب بندہ سمجھ کر مانگا کرتے تھے
 اس طرح اچھے خالص مسلمانوں کو کفار و مشرکین کی فہرست میں
 شامل کر کے ان کا قتل عام کیا گیا۔ انا لبيد وانا اليه راجعون! —
 حقیقت میں روئے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اللہ کے بندوں
 سے اللہ سمجھ کر مانگا ہو۔ اور بغیر عطا کئے ربانی کے کسی کو صاحب
 اختیار و اقتدار تسلیم کرتا ہو۔

مذکورہ اقتباسات میں مولوی اسماعیل نے انبیاء و صلحاء خصوصاً

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وہی لفظوں میں ذرہ، بھنگی اور چار سے زیادہ ذلیل کے اذیت ناک الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جن کو لکھتے ہوئے بھی قلم لرز رہا ہے۔ چار اور بھنگی ہندوؤں کی بیچ تو ہیں اس لئے محبوبانِ خدا کو بدترین کفار و مشرکین اور مغضوبین سے تشبیہ دینا بلکہ ان سے بدتر کہنا کہاں تک درست ہے؟

عقل سلیم جواب دے؟ — حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانہ کعبہ میں بنی ہونی تصاویر مٹانے کا حکم دیا تو آپ نے ساری تصویریں مٹا دیں مگر محض نسبت کی وجہ سے احتراماً حضرت ابراہیم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تصویریں نہ مٹائیں۔ یہ تصویریں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی سے مٹائیں اور ان کی جگہ زعفران لے دی لہٰذا کہ اس جگہ کہ حضرات قدسیہ سے ایک قسم کی نسبت تو تھی ورنہ زعفران لگانے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نسبتوں کا اتنا خیال فرمایا مگر مولوی اسماعیل نے انبیاء علیہم السلام کی ہمت عالیہ کو جن کی جھوٹی تصاویر کا محض نسبت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا خیال فرمایا، بھنگی اور چار سے بھی بدتر لکھا ہے۔ جھوٹی تصاویر کو نسبت تھی سچے انبیاء اور ملائکہ سے تو ان کا اتنا لحاظ رکھا گیا۔ جن سچے انبیاء کو سچے خدا سے نسبت ہے ان کا پاس و لحاظ نہ کرنا خلاف عقل بھی ہے، خلاف ادب بھی۔ اور خلاف قرآن و حدیث بھی۔

۱۔ علی بن برہان الدین اچلی: سیرت حلبیہ، جلد دوم، مطبوعہ بیروت، ص ۸۷

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے کہ انہوں نے حجرِ اسود کو

بوسہ دیتے ہوئے فرمایا:

ترجمہ بخدا میں جانتا ہوں کہ تو ایک
پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور
نہ نفع۔ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا
تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ پھر
آپ نے بوسہ دیا۔

وَاللّٰهُ اِنِّىْ لَا اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجْرٌ
لَّا تَنْفَعُ وَلَا تَنْفَعُ وَلَا تَنْفَعُ وَلَا تَنْفَعُ
اِنِّىْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْتَلِمُكَ
مَا اسْتَلِمْتُكَ فَاَسْتَلِمْتَهُ ۝

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی نسبت سے بوسہ کی لذت حاصل کی اور صاف صاف فرمادیا کہ
صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم نے اس پتھر کو بوسہ کے
قابل بنا دیا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے سلسلے میں بہت
سی آیات و احادیث ہیں جن میں بہت سی کھیلے اور اق میں ذکر
کر دی گئیں اور بہت سی آیات و احادیث آگے آئیں گی۔
صاحبِ تعویۃ الایمان نے تو انبیاء و صلحاء کو ارذل ترین مخلوق
میں شمار کیا ہے مگر خود حق تبارک و تعالیٰ عام مخلوق سے ان کو ممتاز
فرما رہا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں مشرکین عرب کی بت پرستی
اور بتوں سے استعانت کا ذکر ہے تو وہاں بتوں کے مقابلے میں
اپنے محبوبوں کے مقام کو تمثیلی انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:۔

۱۰ بخاری شریف، کتاب المناک، باب رعل ص ۲۱۸

(پہلی تمثیل)

— ایک غلام ہے جو بالکل دوسروں کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے ہاں سے بہت ماحول ستھرا مال عطا فرمایا ہے اور وہ اس کو پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا ہے۔ تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں؟

— الحمد للہ!۔۔۔ لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے یہ

(دوسری تمثیل)

— "دو آدمی ہیں، ایک ان میں سے گونگا اور دوسرا کی ملک ہے۔ بے اختیار و ناتواں کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور اپنے مالک کو دو بھر ہو رہا ہے جہاں اسے بھیجتا ہے کبھی بھلائی نہیں لاتا۔ کیا ایسا گونگا، بہرا اور وہ شخص جو سنتا، بولتا اور لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے، دونوں برابر ہیں؟"

(پانچویں عبارت)

— رُبیع انصاریہ کی شادی کے موقع پر

۱۔ القرآن حکیم، سورۃ النحل، ۷۲

۲۔ القرآن حکیم، سورۃ النحل، ۷۶

آپ ان کے پاس آئیے۔ بچوں نے
گانے میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی
بات جانتا ہے (وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدَا)
آپ نے اس سے منع کیا اور فرمایا یہ بات نہ
کہو۔ معلوم ہوا کہ کسی بڑے سے بڑے
انسان کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ
وہ غیب داں ہے۔

لیکن یہ بات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے کی کس کو جرأت
ہے جو بعد نماز ظہر منبر مسجد پر تشریف فرما آثارِ قیامت کے بارے میں
اخبارِ غیبیہ کا اعلان فرما رہے ہیں اور پھر یہ ارشاد مہر ہے: —

<p>(ترجمہ) جو شخص مجھ سے کچھ پوچھنا پند کرتا ہے وہ اس کے بارے میں مجھ سے پوچھ لے کہ خدا کی قسم تم مجھ سے جو بات پوچھو گے میں تم کو بتاؤں گا۔</p>	<p>مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْنِي عَنْهُ فَوَاللَّهِ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ بِهِ ۚ</p>
--	--

اور کیا یہ بات مداح رسول جلیل القدر صحابی حضرت حسان بن ثابت
رضی اللہ عنہ سے بھی کسی کو کہنے کی جرأت ہے جنہوں نے بر ملا
فرمایا: —

نَبِيٌّ يَدْرِي مَا لَا يَدْرِي النَّاسُ حَوْلَهُ — وَتَلُو الْكِتَابَ اللَّهُ فِي كُلِّ مَشْهَدٍ
فَإِنْ قَالَ فِي يَوْمٍ مَقَالَةٌ غَائِبٍ — فَتَصْدِيقُهَا فِي ضُحُوَّةِ الْيَوْمِ أَوْ غَدٍ ۚ

۱۔ اسمعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان مطبوعہ لاہور، ص ۳۲ - ۳۵

۲۔ جلال الدین سیوطی: خصائص الکبریٰ، جلد دوم، فیصل آباد، ص ۱۰۷

۳۔ حسان بن ثابت: دیوان حسان مطبوعہ بیروت، ص ۱۲۴

(ترجمہ) ایسے نبی ہیں کہ وہ دیکھتے ہیں جو دوسروں کو نظر نہیں آتا، ہر جگہ گاہ میں کتاب اللہ پڑھتے ہیں۔ اگر کسی دن کوئی غیب کی بات بتاتے ہیں تو اسی دن یا دوسرے دن اس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

قطع نظر اس روشن حقیقت کے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب دان سمجھتے تھے اگر مندرجہ بالا حدیث شریف پر غور کیا جائے تو اس سے مندرجہ ذیل باتیں مستنبط ہوتی ہیں: —

(۱) بچوں تک وہی بات پہنچتی ہے جو گھر گھر عام ہو چکی ہو۔ بچوں کو کیا پڑی کہ خواہ مخواہ اپنے دل سے ایک ایسی بات گھڑ لیں جو انہوں نے اپنے گھر میں نہ سنی اور وہ بھی عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے جن کی تربیت آغوش صداقت میں ہوتی تھی۔ بچوں کے یہ کہنے سے کہ "وَقَبِيْنَا نَبِيًّا يَعْلَمُ مَا فِي غَدَا" — یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ بات زبان زد خاص و عام تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتیں جانتے ہیں۔

(ب) حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تمہارے سامنے کوئی تمہاری تعریف کرے تو اس کے چہرے پر خاک ڈال دو۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کو یہ ہدایت فرما رہے ہیں تو خود اپنی تعریف کیسے سن سکتے تھے، وہ سراپا عجز و انکار تھے، انکار کی حد ہے کہ صحابہ کرام کو اپنے لئے اٹھنے نہ دیتے تھے۔ ایسی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کو منع کرنا آپ کے عجز و انکار پر محمول کیا جائے گا نہ کہ آپ کی بے خبری پر (معاذ اللہ)

(د) اگر واقعی آپ غیب کی باتیں نہ جانتے تھے اور یہ صفت خاص اللہ تعالیٰ کے لئے مختص تھی تو غیر خدا میں اس کا اقرار و اثبات کفر و شرک تھا اور اس کے لئے قائلین کی فہمائش ضروری تھی مگر حدیث شریف سے صرف اتنا معلوم ہو رہا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھیں" — اور کوئی نصیحت و فہمائش نہ فرمائی۔

(ه) شادی بیاہ کے موقعوں پر گانے وغیرہ کا ایک ماحول ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد گرامی سے ماحول کی شگفتگی اور بے تکلفی کو برقرار رکھا اور اس کی پوری پوری رعایت فرمائی۔ ہر کلام کا ایک محل ہوتا ہے — آپ شادی کی محفل کو شادی کی محفل ہی رکھنا چاہتے تھے، نعت کی مجلس نہیں — یہ آپ کا انکار تھا —

چھٹی عبارت —

— سب کاموں کے مختار کا نام اللہ ہے
اور جس کا نام محمد یا علی ہے اس کو کسی
چیز کا اختیار نہیں ہے

اللہ نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے اختیار نہیں کیا مگر اپنا دل چاہا تو بیک جنبش قلم بے اختیار بنا دیا اور اس طرح نہایت بے باکی سے خدا کے اختیار کو بھی گویا اپنے اختیار میں لے لیا — جو اندازہ گفتار مولوی

لہ اسماعیل دہلوی؛ تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان مطبوعہ لاہور ص ۵۱

اسمعیل نے اختیار کیا ہے یہ انداز تو قرآن کریم میں بھی نظر نہیں آتا۔۔۔
یہاں یہ امر باعث تعجب ہو گا کہ مولوی اسمعیل جس اختیار کو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ثابت نہیں مانتے وہی
اختیار جامع تقویۃ الایمان، مولوی اسمعیل میں ثابت کر رہے ہیں جس کا
حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے۔۔۔ خود قرآن کہتا ہے کہ اللہ جس کو چاہتا
ہے سلا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اٹھا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے
سوتے سوتے اٹھا لیتا ہے۔۔۔ تو سونا اور سونے کے بعد جاگنا تو
اللہ کے اختیار میں ہے مگر مولوی اسماعیل میں اس اختیار کو ثابت کیا
گیا ہے اس طرح وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ
سے اختیار و اقتدار میں سبقت لے گئے۔ (معاذ اللہ)

اس اقتباس میں ایک اور بات نہایت افسوس ناک نظر آتی
ہے کہ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درود و سلام سے اجتناب
کیا گیا، کم از کم یہ بات ایک مسلمان عالم سے متوقع نہیں مگر یہ حقیقت
مزید حیرتناک ہے کہ پیش نظر پوری تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان
میں نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درود و سلام نہیں حتیٰ کہ اگر
حدیث میں ہے تو ترجمہ میں نہیں اور ہے تو مجمل و مختصر، صرف اشارہ
(۱۴- صلعم۔ عا)۔۔۔ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ تنگ
دلی ایک معمولی مسلمان کو بھی زیب نہیں دیتی چہ جائیکہ وہ حضرات جو
مرشد و مصلح بن کر سامنے آئیں!۔۔۔ نہ معلوم یہ کاتب کی غلطی ہے
یا مصنف کی؟۔۔۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و اقتدار کا اندازہ تو بہت سی
آیات و احادیث سے ہوتا ہے۔۔۔ صرف یہی ایک آیت کافی

ہے جو تیار ہی ہے کہ نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب اختیار و
اقتدار تھے بلکہ طلب کرنے والے آپ کے وسیلے سے اختیار و اقتدار
طلب کیا کرتے تھے۔ غور فرمائیں۔

(ترجمہ) آپ کی تشریف آوری سے قبل (دیہودی) آپ کے وسیلے سے کافروں پر فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔	وَكَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۗ
--	---

اب احادیث کی روشنی میں اختیار و اقتدار کا منظر ملاحظہ فرمائیں۔ (ترجمہ) سرخ و سپید دونوں خزانے مجھے عطا کر دیئے گئے۔	(۱۱) أُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ ۗ
(ترجمہ) اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔	(۱۲) كَوْشِنْتُ لَسَارَتُ مَعِي جِبَالُ الْمَذْهَبِ ۗ

الغرض بہت سی آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور نبیوں کو بے اختیار نہیں بنایا۔ نبوت
و رسالت خود اختیار و اقتدار کی دلیل ہے جس طرح حکومت و سیاست
میں خلافت۔

ساتویں عبارت

معلوم ہوا کہ انسان کتنا ہی ڈھیٹ

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ، ۸۹

۲۔ محمد ابو عبداللہ ولی الدین؛ مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۱۲

۳۔ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب؛ مشکوٰۃ المصابیح جلد دوم ص ۵۲۱

بن جائے۔ کتنے ہی گناہوں میں ڈوب
جائے، سرتا پابے حیا بن جائے، پرایا
مال ڈکانے میں عار نہ سمجھے اور بُرائی
اور بھلائی میں تمیز نہ کرے مگر پھر بھی
شرک کرنے سے اور غیر اللہ کو ماننے سے
بہتر ہے بلکہ

اس آقباس میں مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے گناہ پیروؤں کی
خوب مدافعت فرمائی ہے اور گناہوں کی تقریباً ساری اقسام گنا
دی ہیں، یقیناً یہ آقباس ان کے متبعین کے لئے وجہ سکون و طمانینت
ہوگا۔۔۔۔۔ غیر اللہ سے مدد لینے والا اور اس حدیث پاک پر عمل
کرنے والا یا عباد اللہ اعدینوفی ایام شرک ہے، زمانے بھر کے
گناہوں کے پانسگ بھی نہیں۔۔۔۔۔ پھر اس آقباس میں غیر اللہ سے
استعانت کا ذکر نہیں بلکہ "ماننے" کا ذکر ہے اور غیر اللہ کو ماننے بغیر
انسان مسلمان نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ اور یہاں فرما رہے ہیں کہ ماننے سے
شرک ہوتا ہے۔۔۔۔۔ خدا جانے رواروی میں ایسی بات کیوں لکھ
دی جو ان کے اپنے عقیدے میں داخل نہیں یعنی رسولوں اور فرشتوں
کو ماننا جو غیر اللہ ہی ہیں۔۔۔۔۔

یہاں جملہ معتزضہ کے طور پر ایک واقعہ نقل کرتا چلوں۔۔۔۔۔ مولوی
اسماعیل کے مؤیدین اور متبعین کی مساجد میں خطبہ جمعہ سے قبل اور خطبہ
جمعہ میں خطاب و ائمہ کا موضوع کفر و شرک ہی رہتا ہے۔۔۔۔۔ ضلع

لے اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان مطبوعہ لاہور، ص ۵۶

مقررہ کر دیندھا میں شہرِ معقہ میں راقم نے تین سال گزارے۔
 وہاں جامع مسجد میں خطیب صاحب دو جمعہ مسلسل کفر و شرک پر بولتے
 رہے جب تیسرے جمعہ بھی یہی تقریر فرمائی تو نماز جمعہ کے بعد خلوت
 و تنہائی میں راقم نے دریافت کیا کہ مسجد میں نمازی مسلمان تھے یا
 کافر و مشرک؟ انہوں نے فرمایا کہ "مسلمان"۔ راقم نے
 عرض کیا مگر مسلسل تین جمعوں سے تو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ مجمع کفار
 مشرکین میں تقریر فرما رہے ہیں۔ اس پر وہ نادوم ہوئے اور
 آئندہ جمعہ سے معضوبوں کے بجائے محبوبوں کا ذکر کرنے لگے۔
 قرآن میں کفار و مشرکین کا اس لئے ذکر ہے کہ جب قرآن نازل ہو
 رہا تھا تو اس کے اولین مخاطب یہی لوگ تھے اب ان آیات کو
 مسلمانوں پر چسپاں کرنا کھلی خیانت۔ اور دیدہ دلیری ہے۔
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و اقتدار کی بات چل نکلی تو یہ
 عرض کرتا چلوں کہ جب ہم یہ دیکھتے، سنتے اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم مختار ہیں تو گویا ہم اپنے قول و عمل سے یہ گواہی دے رہے
 ہیں کہ جب ان کے اختیار کا یہ عالم ہے تو اس کے اختیار کا کیا عالم
 ہوگا جو مختار مطلق ہے! وہ مظہر صفات الہیہ ہیں ان کی ذات
 قدسی ہر صفت کی جلدہ گاہ ہے۔ صفات کا اقرار ذات کے
 اقرار کے لئے لازمی ہے۔ جو صفات سے انکار کرتا ہے اسکی
 رسائی ذات تک نہیں ہو سکتی۔ جب یہ کہا جائے کہ اقتدارِ اعلیٰ
 صدرِ مملکت کے پاس ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مملکت
 کے سارے وزیر و امیر بے دست و پا ہیں بلکہ اقتدارِ اعلیٰ کا ایک مرکز
 پر مرکوز ہونا اس بات کی روشن علامت ہے کہ مملکت میں صاحب اختیار

اقتدار حضرات بھی موجود ہیں، یہاں طوائف الملوک کی نہیں۔ ایک نظام حکومت ہے۔ جو حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے اختیار کی بات کرتے ہیں اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی آیات و احادیث تلاش کرتے ہیں ان کو اپنے عمل پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور یہ دیکھتا چاہیے کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ — ایک مسلمان کو یہی کرنا چاہیے؟ کیا غاروں میں گل تلاش کئے جاتے ہیں یا گلوں میں خار؟



ابو داؤد شریف میں یہ حدیث ہے کہ ایک دیہاتی صحابی دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کو شفیع بنانا چاہتے ہیں — آپ نے ازراہ انکار ارشاد فرمایا: —

اللہ پاک کسی سے سفارش نہیں کراتا بلکہ

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہے اور مجمع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر ایک روحانی کیفیت طاری ہو گئی۔ مگر مولوی اسماعیل نے اس کیفیت کو نہایت عجیب شکل میں پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں —

— اکھڑیں عبارت —

— سبحان اللہ! اور تمام انسانوں میں سے

ملہ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان صحیح تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۷

فضل انسان محبوب خدا احمد مجتبیٰ محمد
رسول صلعم رکذا کی تو یہ حالت ہے کہ
ایک گنوار کے منہ سے ایک نامعقول بات
نکل گئی تو آپ کے دہشت کے مارے
ہوش اڑ گئے۔

اس موقع پر مولوی اسماعیل نے خلافت معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی جناب میں احترام سے کام لیا اور یہ غالباً اس لئے کہ جو تلخ بات وہ
کہنا چاہتے ہیں نہ کھٹکے۔ مگر حسب معمول درود و سلام سبھول گئے
اور اشارہ پر ہی اکتفا کیا، بہر کیف اس انداز بیان کو علم معانی و بیان
میں تاکید الذم بما یثبہ المدح کہہ سکتے ہیں یعنی مذمت کی تاکید
ایسے الفاظ کے ذریعے کرنا جو بظاہر مدح معلوم ہوتے ہوں۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ظاہر میں شفیع بنانا مولوی اسماعیل کو
اچھا نہیں معلوم ہوتا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف عالم ظاہر
بلکہ عالم آخرت میں بھی گنہ گاروں کے شفیع ہیں۔ یہ ٹھکی
چھپی بات نہیں، بالکل ظاہر و باہر ہے۔ عالم ظاہر میں شفاعت
پر تو یہی ایک آیت کافی ہے:

بہ معاذ اللہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع بنانا ایک "نامعقول بات" ہے
خود قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا
مُحْمَدًا (بنی اسرائیل: ۷۹) یہاں مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہی ہے
اسکے علاوہ آیت مذکورہ دُكَوْا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ اِلَیْهِ اِی حقیقت پر دلالت کرتی ہے۔
لے اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان مطبوعہ لاہور ص ۶۷ مستود

وَكُوْنُوْا لَهُمْ اِذَا ظَلَمُوْا
 اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوكَ فَاَسْتَغْفِرُوْا
 اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ
 لَوْ جَدُّوْا اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ
 رَّحِيْمٌ

(ترجمہ) اور اگر جب وہ اپنی جانوں
 پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے
 حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے
 معافی چاہیں اور رسول انکی شفاعت
 فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول
 اگر نوالا ہریان پائیں۔

ایک حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عظمتوں کا
 ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ كُنْتُ
 اِمَامًا النَّبِيِّيْنَ وَخَطِيْبُهُمْ
 وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ
 فَخْرٍ

(ترجمہ) قیامت کے دن میں انبیاء
 کا امام اور خطیب اور ان کا صاحب
 شفاعت ہوں گا اور یہ بات فخر سے
 نہیں کہتا۔

ان تمام حقائق کے باوجود مولیٰ اسمعیل نے اپنے مطلب کی
 بات نکالی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کام کے لئے اللہ تعالیٰ
 کے حضور شفیع بنانا "نامعقول بات" ہے (معاذ اللہ)۔ پھر اگر
 نامعقول بات ہے تو ہوش اس کے اڑنے چاہئیں جو نامعقول بات
 کہنے سے سننے والے کے ہوش اڑنا عجیب بات ہے اور وہ کبھی
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوش۔ قلب مسلم یہ سوچنے پر مجبور ہے

۱۔ القرآن حکیم، سورۃ النور ۶۴

۲۔ دا، امام محمد بن عیسیٰ، ترمذی شریف، جلد دوم، ص ۲۰۱

۳۔ (ب) جلال الدین سیوطی، خصائص کبریٰ، جلد دوم، فیصل آباد، ص ۲۲۴

یہ شعر بھی لکھا ہے

از خدا خواہم توفیق ادب

بے ادب محروم گشت از فضل رب

اللہ اللہ! توفیق ادب کی التجا ہے اور بے ادبی ہوتی جا رہی ہے

کے ط

بے ادب محروم گشت از فضل رب!

نویں عبارت

— ایک حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت عذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے فرمایا: —

— یوں نہ کہو جو اللہ نے چاہا اور محمد نے

چاہا بلکہ یوں کہو جس کو اللہ و وحدہ لا شریک

نے چاہا۔

یہ کلمات نا تمام نقل کئے، اصل الفاظ یہ ہیں:

یہ نہ کہو جو اللہ نے چاہا اور فلاں نے

چاہا بلکہ یوں کہو جو اللہ نے چاہا پھر

فلاں نے چاہا۔

لا تقولوا ما شاء الله و ما شاء

فلان ولكن قولوا ما شاء الله

ثم شاء فلان

۱۔ اسمعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الایمان مطبوعہ لاہور، ص ۶۹

۲۔ قطب الدین خاں: مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف، جلد اول، لاہور، ص ۵۱۰

اس حدیث شریف میں حضورؐ کو حضورؐ غیر کی چاہت سے بھی اعراض نہیں کیا گیا۔ مگر چاہنے کا سلیقہ بتا دیا مگر مولوی اسماعیل دہلوی نے حدیث شریف کا صرف وہ حصہ نقل کر کے جس سے ان کی مزعومہ بات ثابت ہوتی تھی یہ نتیجہ اخذ کیا: —————

دسویں عبارت

یعنی شان الہمیت میں کسی مخلوق کو دخل نہیں خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور کیسا ہی مقرب کیوں نہ ہو مثلاً یوں نہ کہا جائے کہ اللہ اور رسول چاہے گا تو کام ہو جائیگا کیونکہ دنیا کا سارا کاروبار اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ

تحویل قبلہ کا واقعہ رسول علیہ السلام کی چاہت کا ایک ادنیٰ معجزہ ہے۔ ایک چہرے کے پھرنے سے سارے عالم کے چہرے پھر گئے۔ یہ کوئی معمولی بات ہے؟

قد نرى قلبك وجهك في لقاءك فلنولينك قبلة ترضاها من قولك وجهك شطرا المسجد الحرام	(ترجمہ) ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں
--	---

۱۔ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان مطبوعہ لاہور، ص ۶۹

۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ، ۱۲۲

تمہاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا منہ پھیرو
سجد ورام کی طرف اور اے مسلمانو! تم
جہاں کہیں ہو اپنا منہ اس طرف کرو۔

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَكُّوْا
وَجْوهَكُمْ شَرْقًا ۝

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اے زہے شانِ عبدیت تیری : تو بدھ ہے آدمِ خدائی ہے
ایک دوسری آیت میں اس چاہت کی مزید تشریح کی گئی ہے
ارشاد ہوتا ہے :۔

ترجمہ تعظیم، جس قبلے کی طرف تمہاری
نگاہِ کرم تھی ہم نے اس کو اس لئے قبلہ
بنایا کہ یہ علانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون
تمہاری چاہت کا پاس و لحاظ رکھتے
ہوئے تمہاری پیروی کرتا ہے اور کون
اس چاہت کو ٹھکرا کر الٹے پاؤں پھرتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي
كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنُعَلِّمَ مَنْ
يَتَّبِعُ الدَّسُوْلَ مِمَّنْ يَنْقَلِبْ
عَلَى عَقْبَيْهِ ط ۝

کیا خوب کہا ہے ط

کعبہ کا کعبہ روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کو جس نے ٹھکرایا۔ اللہ تعالیٰ
کے حضور وہ مرد و سمٹھرا۔ اسی لئے خلیفہ ہارون الرشید کے دسترخوان
پر جب کدو پک کر آیا۔۔۔ ایک صاحب نے کہا کہ "کدو" حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا" دوسرے صاحب نے کہا "لیکن مجھے
پسند نہیں"۔۔۔ اس کا اتنا کہنا تھا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے

اس حدیث شریف سے مترشح ہوتا ہے کہ سجدہ رب تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اہل بزرگوں کی عزت اور احترام لازم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ انکار فرمایا:

”اپنے بھائی کی تعظیم کیا کرو۔“

مولوی اسماعیل نے حسب معمول ان منکرانہ الفاظ کو حقیقت پر محمول کر کے جو نتیجہ نکالا وہ یہ ہے:

بارہویں عبارت

— یعنی تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں جو بہت بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کرو باقی سب کا مالک اللہ ہے عبادت اسی کی کرنی چاہیے۔ معلوم ہوا کہ جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں، خواہ انبیاء ہوں اولیاء ہوں وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہونے لے۔

لہ اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر لاخوان ص ۱۷

حدیث شریفین میں صرف "بھائی" کا ذکر ہے، چھوٹے بڑے کا نہیں۔ مولوی اسماعیل نے لفظ "بھائی" کو حقیقت پر محمول کر کے اس کی تقسیم کی اور چھوٹے بڑے بھائی" کا بزم خود تعین کیا۔ اس کے علاوہ حدیث شریف میں "بے بسی" کا کوئی ذکر نہیں لیکن چونکہ مولوی اسماعیل ابیاری و ادبیاری کو بے بس دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے یہ بات اپنے دل سے نکال لی۔

مولوی اسماعیل کی تشریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ "بڑے بھائی" کا درجہ دینے کے لئے تیار ہیں اس سے زیادہ نہیں، حالانکہ قرآن حکیم بھائی تو بھائی آپ کو باپ کہنے کی بھی نفی کر رہا ہے ارشاد ہوتا ہے:

(ترجمہ) محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔	مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ط ۱
--	--

بلکہ اس سے بھی زیادہ :

(ترجمہ) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اسکی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔	النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ط ۲
--	--

جو رسول کریم علیہ التیمۃ والتسلیم باپ سے زیادہ عزیز ہو اور جان سے زیادہ مالک و محبوب ہو اس کو بڑا بھائی، کہنا کس قدر جرات و

ط ۱ القرآن حکیم، سورۃ الاحزاب، ۲۰

ط ۲ القرآن حکیم، سورۃ الاحزاب، ۶

سب سے باقی کی بات ہے! —
 تذکیر الانخوان مولوی اسماعیل سے منسوب کی جاتی ہے اس میں
 سورۃ الحجرات کی ایک آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں! —

تیرا ہوں عبارت

— یعنی طاقتور مسلمان "بڑا بھائی" اور
 کمزور مسلمان "چھوٹا بھائی" ہے اور غیر
 مسلم بھائی ہے ہی نہیں۔ پھر بادشاہ ہو
 یا امیر، حاکم ہو یا وزیر، مولوی ہو یا مفتی
 مشائخ ہو یا پیر اور امیر یا فقیر بھائی سے
 زیادہ کسی کی حقیقت نہیں۔ — جب
 مسلمان کے لئے یہ بات ہے تو کافروں
 کو تو گدھوں، کتوں یا چوڑے چاروں
 کی طرح سمجھنا چاہیئے۔

اس اقتباس سے تو یہ معلوم ہوا کہ انبیاء و صلحاء "بڑے بھائی"
 بھی نہیں بلکہ "چھوٹے بھائی" ہیں کیونکہ مولوی اسماعیل کے نزدیک وہ
 کمزور ہیں اور معاذ اللہ "سب کے سب اللہ کے بے بس بندے"
 — اگر ان اقتباسات پر زیادہ غور و فکر فرمائیں تو اور تلخ
 حقائق سامنے آتے ہیں۔ —

سید اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الانخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۶۸

پچھلے بہت سے اقتباسات میں انبیاء و اولیاء کو اللہ کی شان کے آگے (معاذ اللہ) چار ہی نہیں چار سے زیادہ ذیل کہہ آئے ہیں اور اب یہ کہہ رہے ہیں کہ کافروں کو چوڑے چاروں کی طرح سمجھنا چاہیئے، تو معاذ اللہ کفار و مشرکین، انبیاء و اولیاء سے ایک درجہ اوپر ہوئے کیوں کہ کفار چار کی طرح اور وہ معاذ اللہ چار سے زیادہ ذیل — اور بقول مولوی اسماعیل، کافر بھائی ہے ہی نہیں تو معاذ اللہ جو ان سے نیچے درجے پر ہوا وہ کیسے بھائی ہوا؟ — اس قسم کا اظہار خیال تو دور جدید کے کسی غیر مسلم نے بھی نہ کیا — ان کلمات کو سنکر غیر مسلموں کے سامنے ہار مانی لگا ہیں جھک جاتی ہیں — افسوس صد افسوس یہ کیا لکھ دیا! —

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تو یہ فرماتے ہیں: —

<p>اِنَّ اللّٰهَ فَضَّلَ مُحَمَّدًا عَلٰى الْاَنْبِيَاءِ وَعَلٰى اَهْلِ السَّمٰوٰتِ</p>	<p>(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان والوں اور کل نبیوں پر فضیلت دی۔</p>
---	--

اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں: —

<p>اَنَا اَكْرَمُ الْاَوْلِيَيْنِ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلٰى اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ بِيْهِ</p>	<p>(ترجمہ) میں اللہ کے نزدیک سب سے اولین و آخرین سے بہتر ہوں اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا!</p>
---	---

اور قرآن حکیم نے جو آپ سے الفت و محبت کا معیار رکھا ہے وہ ہرگز معاشرے کے کسی بڑے بھائی کے لئے نہیں رکھا جاتا،

۱۔ محمد ابو عبد اللہ ولی الدین: مشکوٰۃ المصابیح: باب فضل المرسلین، نقل ثلث
۲۔ ایضاً، ص ۵۱۲

غور کرو، خوب غور کرنا، ارشاد ہوتا ہے: —

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ

(ترجمہ) آپ فرمادیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کابئی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ الخ

اور اسی آیت کی تشریح و تفسیر مزید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے: —

<p>(ترجمہ) تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اسکے والد اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔</p>	<p>لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝</p>
--	--

اور ایک حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے کہ ایمان کی علامت اس کو ملے گی —

<p>(ترجمہ) جس شخص کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول تمام ماسوا سے زیادہ محبوب ہو۔</p>	<p>مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا ۖ</p>
--	--

۱۔ القرآن حکیم، سورۃ التوبہ، ۲۴ (یہ آیت پیچھے آچکی ہے)

۲۔ محمد بن اسمعیل: بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۸، حدیث ۱۴

۳۔ بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۱۱۲، حدیث ۲

یقیناً یہ کوئی عظیم شخصیت ہے جس سے محبت کے لئے اس قدر
 فداکارانہ اور پھانثارانہ جذبے کی ضرورت ہے۔ ہاں یہ اتنی
 عظیم ہے جس کا تعارف خود خدا کر رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔
 (ترجمہ) میں نے دنیا اور مخلوقات
 دنیا اس لئے بنائی کہ میری بارگاہ
 میں جو تمہاری عزت و منزلت ہے ان
 پر ظاہر کروں اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا
 نہ بناتا۔

وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَ
 أَهْلِهَا لِأَعْرِفَهُمْ كَرَامَتِكَ وَ
 مَنَزَلَتِكَ عِنْدِي لَوْلَا لَكَ مَا
 خَلَقْتُ الدُّنْيَا لِي

خو کر دو دنیا دارا عمل ہے اور آخرت دارا الجہزہ دارا الجہزہ کا
 دار و مدار دارا عمل پر ہے۔ جب دارا عمل ہی نہیں تو دارا الجہزہ کیسا
 اس حدیث کا اب یہ ترجمہ ہو گا کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا و آخرت
 پیدا نہ کرتا۔ چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے:

(ترجمہ) اے آدم! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
 نہ ہوتے تو نہ میں تجھے پیدا کرتا اور
 نہ آسمان و زمین کو بناتا۔

لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا
 أَرْضًا وَلَا سَمَاءً بَلَّ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلال رسالت لئے ہوئے حضرت عمر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرما رہے ہیں:۔

(ترجمہ) اے عمر تم جانتے ہو کہ میں کون
 ہوں؟ میں وہ ہوں جس کو

دَا يَا عُمَرُ أَتَدْرِي
 مَتَّ أَنَا؟ أَنَا الَّذِي بَعَثَنِي

اے احمد زینی الدحلان کی: السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ فی سوانح سیرت الطیبیہ
 بیروت، ص ۷ (بروایت ابن عساکر)

اے احمد زینی الدحلان کی: السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ علی ما شیخ سیرت الطیبیہ، بیروت، ص ۵

اللَّهُ فِي التَّوْرَةِ مُوسَىٰ
وَفِي الْإِنْجِيلِ إِبْرَاهِيمَ
وَفِي الزَّبُورِ دَاوُدَ وَلَا
فَخَرَهُ لَهُ

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے لئے تورات
میں معجوت فرمایا، عیسیٰ کے لئے انجیل
میں اور داؤد کے لئے زبور میں معجوت
فرمایا۔ اور اس پر مجھے کوئی
عزور نہیں۔

رَبِّ يَا عَمْرًا تَدْرِي مَنْ
أَنَا؟ أَنَا أَسْمَىٰ فِي التَّوْرَةِ
أَحْمَدُ وَفِي الْإِنْجِيلِ الْبَار
قَلِيظُ وَفِي الزَّبُورِ حَمِيظًا
وَفِي صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ طَابٌ
طَابٌ

(ترجمہ) اے عمر! تم کو معلوم ہے کہ
میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں
جس کا نام تورات میں "احمد" ہے اور
انجیل میں "بار قلیظ" ہے، زبور میں
"حمیظا" ہے اور صحفِ ابراہیم میں
"طاب طاب"۔

کیا ایسی عزت والے اور ایسی منزلت والے رسول (صلی اللہ
علیہ وسلم) کے لئے یہ خیال بھی کیا جا سکتا ہے کہ وہ ہمارے "بڑے بھائی"
کی طرح ہیں اور اللہ کے بے بس بندے؟ ہرگز نہیں، ہرگز
نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کا عالم اس آیت
شریفہ سے ظاہر و باہر ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا
رَبِّ تَرَجِمَ اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ
اور اسکے رسول کے دئے پر راضی

۲۳۳

حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُوفِيْنَا اللَّهُ
مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا
إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ۝

ہوتے اور کہتے خدا کافی ہے۔
اب ہمیں دیتا ہے خدا اور اس کا رسول اپنے
فضل سے ہم اللہ کی طرف رغبت
کرنے والے ہیں۔

مولوی اسماعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور رب تعالیٰ کے درمیان
جو حد فاصل کھینچی ہے خود رب تعالیٰ نے اس کو مٹا دیا اور اپنے
ساتھ اپنے محبوب کا ذکر کر کے اس خیال کو باطل کر دیا کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سامنے بے بس ہیں — نہیں بلکہ وہ تو اپنی
معدیت میں انہیں نجات دہا رہا ہے۔

اسی طرح بخاری شریف میں ہے :
إِنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۝

(ترجمہ) (ابن جمیل) فقیر تھا، اللہ
اور اس کے رسول نے اس کو غنی
کر دیا۔

وہ بے بس کیسے ہو سکتا ہے جو دوسروں کو بھی غنی بنا دے !
ذرا غور تو کریں !

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "بڑا بھائی" کہنے میں مذہبی اور روحانی
خطرات تو ہیں ہی مگر اس میں بہت سے نفسیاتی اور سیاسی خطرات بھی
ہیں۔

۱۔ القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۵۹
۲۔ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، جلد اول، باب قول اللہ و فی الرقاب
والغارین، مطبوعہ قصور، ص ۱۹۸

ہر انقلاب برپا کرنے کے لئے کسی نہ کسی شخصیت سے ایسی
چسپیدگی اور پیوستگی ضروری ہے جس میں فداکاری اور جان نثاری
کے تمام عناصر موجود ہوں، اگر یہ والہانہ تعلق نہیں تو کوئی انقلاب
برپا نہیں ہو سکتا۔ تاریخ عالم پر نظر ڈالئے، آپ کو یہی کچھ
دکھائی دے گا۔ گزشتہ نصف صدی میں ہندوستان، پاکستان
روس، چین، بیت نام و غیرہ میں ایسی شخصیتیں ابھریں جن سے قوم نے
اپنے فداکارانہ تعلق کا مظاہرہ کیا اور انقلابات آئے۔ تو
جب علاقائی انقلابات کے لئے قوم کا شخصیتوں سے ایسا والہانہ
تعلق ضروری ہے تو غور کریں کہ جس ذات قدسی نے سارے عالم
کو متاثر کیا اور ایک عظیم انقلاب برپا کیا اس سے کس کمال کی پیوستگی
ضروری ہو گی؟۔ دنیا میں اسلامی انقلاب کا سب سے بڑا
محکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملت اسلامیہ کا یہی جان نثارانہ
تعلق ہے جو مطلوب و مقصود قرآن ہے۔ مولوی اسماعیل نے
تقریباً ۱۲۴ھ / ۱۸۲۳ء کے لگ بھگ "بڑے بھائی" کا نعرہ لگایا
اور اس تعلق کو کمزور کیا جو سیاسی قوت کی جان ہے تو کیا ہوا؟
بالاکوٹ میں شکست ہوئی پھر سقوطِ وطنی کا سانحہ پیش آیا اور عملاً
ہندوستان ہاتھ سے چلا گیا، سلطنتِ عثمانیہ پر زوال آیا۔
الغرض اس نعرے نے اسلامی ساکھ پر ضرب کاری لگائی۔
اور جب وہی قرآنی نعرہ لگایا گیا اور سب کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کے قدموں کی طرف بلایا تو دنیا نے دیکھا کہ سینہ گیتی پر
ایک عظیم سلطنت پاکستان ابھری تھی اور جب اس جذبہ عشق کو
دبا دیا تو یہی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور ایک ہمہ گیر انتشار

پیدا ہو گیا جو اسی وقت ختم ہوا جب غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سینہ سپر ہو کر میدان میں آئے اور پھر دنیا نے دیکھا کہ ایک تعمیری
انقلاب آیا۔۔۔ تو ان تمام خواہد کو سامنے رکھتے ہوئے دل
خود بخود گواہی دیتا ہے کہ سیاست و حکومت کی بقا اور استحکام
کے لئے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ اور جاں نثارانہ

عشق و محبت لازمی ہے۔۔۔
دہر میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اقبال کر دے

— چودہویں عبارت —

بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ازراہ انکار فرمایا:۔۔۔۔۔۔۔

— میں تو محض اس کا بندہ ہی ہوں تم مجھے

اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔۔۔

مولوی اسماعیل نے حسب معمول اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے:۔۔۔

— مگر بشر رسول بن کر بھی بشر ہی رہتا

ہے، بندہ ہونا ہی اس کے لئے سبب فخر

ہے، نبی بن کر بشر میں خدائی شان نہیں آ

جاتی اور خدا کی ذات میں نہیں مل جاتا، بشر

کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔۔۔

طہ اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۷۳

طہ ایضاً، ص ۷۳

یہ بات مولوی اسماعیل کو خدا سے کہنی چاہئے کہ "بشر کو بشر ہی کے
مقام پر رکھو" کیونکہ خدا نے قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جس
قربت و محبت کا اظہار فرمایا ہے اس کو دیکھ کر تو یہ شعر زبان پر آتا ہے کہ
تم ذات خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے تم کون ہو کیا ہو
ایک حدیث شریف میں خود ارشاد فرمایا کہ:

یا ابا بکر! والذی بعثنی بالحق لعلنی حقیقۃ غیر ربی	(ترجمہ) اے ابو بکر! قسم ہے اسکی جس نے سچائی کے ساتھ مجھے بھیجا میری حقیقت سوائے میرے پروردگار کے کسی نے نہ جانی۔
---	---

ہم کون ان کے مقام کا تعین کرنے والے؟ خداوند تعالیٰ
نے اپنی اور اپنے حبیب حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے لئے
دوہرا معیار نہیں رکھا، ایک ہی معیار رکھا۔ بشر کو بشر کے مقام
پر رکھنے کا تقاضا یہ تھا کہ خدا اور بندے کے لئے محبت کے
الگ الگ معیار ہوتے، لیکن نہیں ایسا نہیں کیا گیا۔ بلکہ قرآن
کریم میں جہاں اپنی محبت کو دنیا جہان کی محبت سے بالاتر رکھنے کا
حکم دیا، وہاں یہی حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی دیا اور
اپنی محبت کی طرح آپ کی محبت کو بھی دنیا جہان کی محبت سے بالاتر
قرار دیا اور صاف صاف فرمادیا کہ اگر تم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام
سے ایسی محبت نہیں کر سکتے تو عذاب الہی کا انتظار کرو۔

۱۲۹

یہ جو مولیٰ اسمعیل نے کہا کہ "بندہ ہونا ہی اس کے لئے سبب فخر ہے"۔
 یہ غویب نہ فرمایا کہ بندے تو ہم بھی ہیں، یہ فخر تو ہم سب کو حاصل ہے
 پھر امتی اور رسول کا امتیاز کیا ہے؟ — کم از کم اقبال والی
 بات کہہ دہی ہوتی — وہ کہتا ہے کہ بندے تو سب ہی ہیں مگر "بندہ"
 ہونے اور "اس کا بندہ" ہونے میں بڑا فرق ہے —

<p>(ترجمہ) پاکی اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ (ترجمہ) پس وہی فرمائی اپنے بندے کہ جو وہی فرمائی۔</p>	<p>سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ فَاَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ</p>
--	---

سبحان اللہ سبحان اللہ! ہاں سے

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر
 ماسرا پا انتظار اور منتظر
 (اقبال)

وہ کہتا ہے کہ ہم جیسے بندوں کا تو حال یہ ہے کہ ہم رحمت باری
 کا انتظار کر رہے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ رحمت باری ان کا
 انتظار کر رہی ہے — سبحان اللہ! —

انتظار کا عالم یہ ہے کہ ارشاد ہو رہا ہے: —

<p>(ترجمہ) اے محمد جب تک جنت میں آجپ داخل نہ ہوں گے تمام نبیوں پر جنت کا داخلہ قطعاً بند رہے گا اور</p>	<p>إِنَّ الْجَنَّةَ حَرَامٌ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ حَتَّىٰ تَدْخُلَهَا يَا مُحَمَّدُ وَعَلَى الْأُمَمِ حَتَّىٰ تَدْخُلَهَا</p>
---	--

۱۔ القرآن حکیم، سورۃ بنی اسرائیل، ۱

۲۔ القرآن حکیم، سورۃ النجم، ۱۰

اَتَمُّكُمْ بِهِ

جب تک آپ کی امت جنت میں داخل
نہ ہو جائے گی ساری امتوں کا داخلہ
بند رہے گا۔

مولیٰ اسمعیل نے کہا کہ "بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو خدا سے
نہ ملاؤ۔۔۔ مگر قرآن حکیم جگہ جگہ کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
خدا سے بلا رہا ہے۔۔۔ سنو:۔۔۔

(ترجمہ) اللہ اور اس کے رسول نے اپنے
نفل سے انہیں معنی کر دیا۔

(ترجمہ) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس
پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے
رسول نے ان کو دیا۔

(ترجمہ) بے شک اللہ اور اس کا رسول
تمہارا مددگار ہے۔

رَا، اَغْنَهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ
مِنْ نَّفْلِهِ ۝

رَبِّ وَاَنْتُمْ رَضُوْا مَا
اَنْهَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ ۝

رَج) اِنَّمَا وَ لِيُكْرِمُ اللّٰهُ
وَرَسُوْلُهُ ۝

بہت سی آیات ہیں کہاں تک عرض کیا جائے۔۔۔ ہاں ایک
حدیث پاک ضرور سماعت فرمائیں، جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کو اس بے بندی پر پہنچایا کہ عقل کے پر جل گئے۔۔۔
سنئے:۔۔۔

۱۔ علی بن برہان الدین اکلبی: سیرت حلبیہ، مطبوعہ مصر، ص ۲۲۲

۲۔ القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۷۲

۳۔ القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۵۹

۴۔ القرآن الحکیم، سورۃ المائدہ، ۵

اِنَّ مُحَمَّدًا اَيُّوْمَ الْقِيَامَةِ
عَالِي كُرْسِيِّ الدِّبِّ بَيْنَ
يَدَيِ الدِّبِّ لَهٗ

(ترجمہ) بے شک محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم قیامت کے روز اپنے رب
کے حضور اس کی کرسی پر جلوہ افروز
ہوں گے۔

اب کس کی جرات ہے جو خدا سے یہ کہے کہ تو نے اپنے حبیب
بسیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سامنے اپنی کرسی پر کیوں بٹھایا، یہ تو
بشر ہیں، ان کو بشر ہی کے مقام پر رکھ ۹ —

پندرہویں عبارت

ایک حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے مولوی اسماعیل لکھتے ہیں:

پہلے معنی کے لحاظ سے ایک چیونٹی
کا سردار بھی آپ کو نہ مانا جائے کیونکہ
آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی
تصوّت کے مختار نہیں ہے۔

ایسے الفاظ لکھتے ہوئے دل رزتاہے اور قلم کا پتتا ہے
نہ معلوم مولوی اسماعیل نے کس دل سے یہ باتیں لکھ دیں!

حدیث شریف میں آتا ہے: —

اَعْطَيْتُ الْكُنُوزَ الْاُخْرَىٰ (ترجمہ) میرے ہاتھ میں سرخ و

۱۔ محمد بن جریر طبری، جامع البيان في تفسير القرآن ج ۱۵ ص ۱۰۰

۲۔ مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور ص ۷۶

وَالْأَبْيَضُ بَلْ
 جب کوزن کے خزانے دے دئے گئے تو اب یہ کہنا کہاں
 صحیح ہوگا کہ آپ کو اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی نصرت کا اختیار
 نہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔۔۔۔۔ جب مختار بنا دیا گیا تو پھر
 مجبور کی بات کرنا معقول بات نہیں۔۔۔۔۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت و جلالت کا یہ عالم ہے کہ
 درندے تک نام تامی سن کر غلاموں کی رہنمائی کرتے ہیں۔۔۔۔۔
 حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرزمین روم میں شکر سے بچھڑ گئے
 تلاش کرتے پھر رہے تھے کہ جنگل سے شیر نمودار ہوا۔۔۔۔۔ آپ
 نے بے ساختہ فرمایا:۔۔۔۔۔

یَا أَبَا نُحَارِثٍ أَنَا مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	(ترجمہ) اے شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔
---	--

یہ سننا تھا کہ شیر قدموں پر جھک گیا اور آپ کی رہنمائی
 کی یہاں تک کہ آپ شکر سے مل گئے۔ کیا کسی مجبور انسان
 کی بھروسہ پر اس طرح حکومت ہو سکتی ہے؟۔۔۔۔۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب ہرقل روم نے حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مبارک بسنے تو بے ساختہ
 پکار اٹھا۔

۱۔ محمد ابو عبد اللہ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سید المرسلین، دہلی ۱۹۳۲ء ص ۵۱۲
 ۲۔ ابو نعیم الاصبہانی، حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ بیروت جلد اول، ص ۳۶۹

فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَائِي
هَاتَيْنِ لَه
(ترجمہ) عنقریب وہ میرے ان
دونوں قدموں کی جگہ کے یعنی تخت
اور تاج کے مالک ہوں گے۔

اور اسی حدیث میں آیا ہے کہ ہر قتل روم نے بر ملا کہا : —
هَذَا مَلِكٌ هَذِهِ الْأُمَّةِ
قَدْ ظَهَرَ لَه
(ترجمہ) یہی اس زمانے کے لوگوں
کا بادشاہ ہے جو ظاہر ہو گیا۔

جو بات غیر مسلم ہوتے ہوئے ہر قتل روم پا گیا افسوس وہ بات
"ایک عالم" ہوتے ہوئے صاحب تقویۃ الایمان نے نہ پائی۔ اب
تاویل کرنے والا یہ تاویل کرتا رہے کہ ان کا مقصد اس اختیار و اقتدار
کی نفی کرنا تھا جو صرف حق جل مجدہ سے وابستہ ہے۔ مگر سوال
کرنے والا سوال کر سکتا ہے کہ آخر اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟
اور اس بے ڈھنگے طریقے سے اس حقیقت کا اظہار کیوں فرمایا جس
سے سراسر تنقیص رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو رہی ہے۔
کسی وزیر اعظم کو کوئی بادشاہ اختیار و اقتدار دے اور اس
کی رعیت میں سے اٹھ کر کوئی یہ کہنے لگے "اے وزیر اعظم! تیری کیا
حقیقت ہے؟" تجھے تو ایک چیونٹی میں بھی تصرف کا اختیار نہیں، جو کچھ
تجھے اختیار ملا ہے وہ تو بادشاہ نے دیا ہے۔ مگر کسی کی برأت
ہیں جو یہ بات وزیر اعظم سے کہے اور اگر کہے گا تو ہر درباری اسے
گستاخ ہی سمجھے گا حالانکہ جو کچھ اس نے کہا تھا غلط نہ تھا۔

۱۔ محمد بن اسماعیل البخاری: صحیح البخاری، کتاب الحج، باب نمبر ۱، حدیث ۶۱

۲۔ بخاری شریف، کتاب الحج، باب نمبر ۱، حدیث نمبر ۶

ترغور کریں کہاں وہ دنیوی وزیر اور کہاں رسول کریم علیہ السلام کی جناب عالی؟

سولہویں عبارت

ایک حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے مولیٰ اسماعیل جبروتی انداز میں اپنے مزعومات کو اس طرح ثابت کرتے ہیں:

— میرا نام محمد ہے، میں خالق یا رازق نہیں، میں عام لوگوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہوا ہوں اور میرا شرف بندہ ہونے میں ہے، البتہ عوام میں اس بات سے جدا ہوں کہ میں اللہ کے احکام کو جانتا ہوں۔ لوگ نہیں جانتے لہذا انہیں مجھ سے اللہ کا دین سیکھنا چاہئے یہ

رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغی جماعت کا امیر بنا کر پیش کرنا کتنی بڑی جرات ہے اور اہل دل کے لئے کس قدر تکلیف دہ۔ کم از کم حدیث شریف کی شرح بکھتے وقت نام محمد کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیتے۔ مگر غنظ و غضب میں یہ باتیں بھول گئیں۔ ثابت یہ کرنا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ایک عام انسان کی طرح ہیں، خاص اس لئے ہو گئے کہ وہ احکام الہی جانتے تھے اور

مولانا اسماعیل دہلوی، تقویۃ ایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۷۸

لوگ نہ جانتے تھے، اس سے تو یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ہر عالم دین
مقام رسالت پر فائز ہے (معاذ اللہ)۔۔۔۔۔ اسی اندازِ فکر نے
دعویٰ نبوت کے لئے راہ ہموار کر دی اور اب بھی بعض طبائح میں
یہ امانیت موجود ہے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح فرمائے اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلال کو ان کے سینے میں جگہ
دے۔ آمین!۔۔۔۔۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالِ علمی کا اندازہ تو اس حدیث
شریف سے ہوتا ہے جس میں آپ نے فرمایا:۔۔۔۔۔
بِاللَّهِ اَنَا
اَنَا اَتَقَاكُمْ وَاَنَا اَتَمُّكُمْ
(ترجمہ) بے شک تم میں سب سے
زیادہ احکام الہی کا پاسدار اور ذات الہی
کا جاننے والا میں ہوں۔

اس کی عظمت کا کیا ٹھکانا جو نوع انسانی میں سب سے زیادہ
ذات الہی کا عرفان رکھتا ہو۔۔۔۔۔ کیا ایسی عظیم شخصیت کا اسی
طرح تعارف کرانا چاہئے تھا جس طرح صاحب تقویٰ الایمان نے
کرایا ہے؟۔۔۔۔۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں حد درجہ عجز و انکسار تھا، چنانچہ امام
ترمذی رضی اللہ عنہ نے شمائل ترمذی شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے تواضع کے باب میں اس قسم کی احادیث کا ذکر کیا ہے جس قسم کی
حدیث سے مولوی اسماعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج عالیہ
لکھانے کی کوشش کی ہے۔۔۔۔۔ کسی کے تواضع و انکسار سے

اس کی کتری پر استدلال کوئی معقول بات نہیں۔ مثلاً تو اوضح میں کوئی عالم یہ کہے کہ "فقیر کسی لائق نہیں" تو کوئی معقول آدمی اس عالم کو جاہل و نالائق نہیں کہہ سکتا۔۔۔ تو اوضح و انکاراً اسلامی تہذیب کا ایک حصہ ہے، مغربی تہذیب میں جس کا نام و نشان نہیں۔۔۔ احادیث کی تشریح کرتے وقت اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہئے۔۔۔

تأثرات و تمیزات

○ آپ سن چکے، کہنے والے نے بے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب و سوال کرنا ایسا ہے جیسے کوئی تاج شاہی ایک چماکے سر پر رکھ دے (معاذ اللہ)

○ آپ سن چکے، کہنے والے نے بے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) جس نے رسول علیہ التعمیۃ والتسلیم کو پکارا اس نے بھنگی اور چارہ کو پکارا (معاذ اللہ)

○ آپ سن چکے، کہنے والے نے بے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے سامنے ڈرے سے بھی کم تر اور چارہ سے زیادہ ذلیل ہیں۔۔۔ (معاذ اللہ)

○ آپ سن چکے، کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ (معاذ اللہ) جس کا نام محمد یا علی ہے اس کو کسی چیز کا اختیار نہیں۔

- — آپ سن چکے، کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ
رمعاذ اللہ! دو عالم کے تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم
کے ذہنت کے بلے ہوش اڑ گئے۔
- — آپ سن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ (معاذ اللہ)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔
- — آپ سن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ (معاذ اللہ)
نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بے بس بندے اور ہمارے
بڑے بھائی ہیں۔ (معاذ اللہ)
- — آپ سن چکے، کہنے والے نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بشر ہیں اور بشر کو بشر ہی رہنے کے مقام پر رکھو۔
- — آپ سن چکے، کہنے والے نے توحید کے پردے میں یہ کہا
کہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چیونٹی کے بھی سردار
نہیں — آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرف
کے مختار نہیں۔ (معاذ اللہ)
- — آپ سن چکے، کہنے والے نے یہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم عام لوگوں کی طرح اپنے باپ سے پیدا ہوئے
اور ان کو عوام پر صرف اس لئے برتری حاصل ہے کہ وہ
اللہ کے احکام جانتے تھے اور لوگ نہ جانتے تھے۔
(معاذ اللہ)
- آپ نے اہانت و گستاخی کے غارزاروں کو دیکھا جہاں اہل محبت
کے قدم لڑکھڑاتے ہیں — جہاں الفاظ کی پکاروں اور معافی کی
آہوں سے کلیجہ منہ کو آتا ہے اور سینے شق ہوئے جاتے ہیں —

اللہ اللہ _____ کسی کسی باتیں کہیں! _____ حرمِ عشق
 میں کہرام مچا ہوا ہے _____ آنکھیں اشکبار ہیں _____ دل نگار
 ہیں _____ کوئی تو ان محبت کے ماروں کی خبر لے! _____ کوئی
 تو ان کی آہیں سننے! _____ کوئی تو ان کے نالے سننے! _____
 ہاں یہ کس نے قیامت ڈھائی ہے؟ _____ ہاں یہ کس نے دل
 دکھایا ہے؟ _____ ہاں یہ کس نے چرکا لگایا ہے؟ _____
 ہاں کسی کا نام نہ لو _____

آہوں سے شرارے اٹھتے ہیں آنکھوں سے دریا بہتے ہیں
 حرمِ عشق میں آگ لگائی تھی _____ بھانے والوں نے
 بھجادی تھی _____ مگر پھر لگائی جا رہی ہے _____ محبت
 والو! گھر کی خبر لو _____ ہاں اس کو اُجر طے نہ دینا _____
 یہ اُجڑ گیا تو جہان اُجڑ گیا ہے _____

روٹی ہستی ہے عشق خانہ ویراں ساز سے
 انجن بے شمع ہے گر برق خرمن میں نہیں
 درسِ محبت لینا ہے تو صحابہ سے لو _____ "عشق خانہ ویراں
 ساز" نے ان سے ان کے بزرگوں 'عزیزوں اور پیاروں کو
 چھڑایا _____ ہاں ان کے جگر کے ٹکڑوں کو چھڑایا _____
 اور انہوں نے اللہ اور اللہ کے رسولؐ دو جہاں کے آقا صلی اللہ علیہ
 وسلم کی محبت کی خاطر سب کو چھوڑ دیا _____ ہاں وہ پاسدارِ
 ناموسِ مصطفیٰ تھے _____ تم اسی محبت کی پرورش کرنا _____
 ہاں اسی محبت کی جو این و آں سے بے نیاز کر دیا کرتی ہے
 دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو: عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

عقل کے ماروں نے دنیا کو تباہی کے کنارے لاکھڑا کیا
 اب عشق والوں کی باری ہے کہ یہی ڈوبتوں کو نکالتے
 ہیں۔۔۔۔۔ یہی مردہ تنوں میں رو میں پھونکتے ہیں۔۔۔۔۔ یہی خزاں
 میں بہا رہیں لاتے ہیں۔۔۔۔۔ آؤ، آؤ دلوں کو آباد کریں!۔۔۔۔۔
 آؤ، آؤ خزاں رسیدہ گلشنوں کو شاداب کریں!۔۔۔۔۔ آؤ، آؤ
 محبت والوں کی دل داری کریں کہ دل دکھانے والوں نے ان کا
 بہت دل دکھایا ہے۔۔۔۔۔

یا در کھورب العالمین اور عالمین کے محبوب و ممدوح سرکار
 دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔۔۔۔۔ جہان کی ساری محبتیں، ساری
 عقیدتیں، ساری الفتیں اس ایک در پر قربان ہونے کے لائق ہیں
 یہی وہ در ہے جہاں خالق کائنات کی طرف سے درود و
 سلام کے گجرے چلے آ رہے ہیں۔۔۔۔۔ یہی وہ در ہے جہاں فرشتے
 درود و سلام کی سوغاتیں لا رہے ہیں۔۔۔۔۔ یہی وہ در ہے جہاں
 کائنات کے گوشے گوشے سے درود و سلام کے تحفے چلے آ رہے
 ہیں۔۔۔۔۔ ہاں یہ در نہیں تو کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔ اس در کی سرخروئی
 ہر در کی سرخروئی ہے۔۔۔۔۔

دیکھئے دیکھئے یہ ابو طالب کیا عرض کر رہے ہیں جسے سرکار کی
 خواہش پر جناب علی مرتضیٰ بعد شوق پیش کر رہے ہیں۔۔۔۔۔

قَابِيضٌ يُسْتَقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ۖ تَعَالَى النَّاسُ عِصْمَةً لِلْآسَاءِ اِمْلِ لِه
 (ترجمہ) وہ گوسے رنگ والے کرانکے منہ کے صدمے میں ابر کا بانی مانگا جاتا ہے تہیوں کے
 جائے پناہ بیواؤں کے نگہبان۔

۱۔ یوسف بن اسماعیل نجفی؛ شواہد الحق، مصر، ص ۱۶۵۔۔۔۔۔ والبیہقی فی دلائل النبوة عن المر
 ضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مصاحح کا افادہ العلامة ابن حجر العسقلانی ۱۲ م

اور سنئے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا فرما

رہی ہیں :

(ترجمہ) احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
پر بندوں کے بادشاہ بندوں کے ولی
اور بندوں کے پروردگار نے درود و
سلام بھیجا ہے۔

فَصَلَّى الْمَلِيكَ وَرَبِّي الْعِبَادِ
رَبِّ الْعِبَادِ عَلِيٍّ أَحْمَدِ

اللہ اللہ!

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ
عَلَى النَّبِيِّ يَا

(ترجمہ) اللہ اور اس کے فرشتے نبی
کریمؐ کو صلی اللہ علیہ وسلم پر
درود و سلام بھیج رہے ہیں

کعبہ کا کعبہ روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ایک آیت ہدایت کے لئے کافی ہے۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی ساری تقریریں ایک طرف اور یہ
آیت ایک طرف۔ اس نکتہ کو حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ
تعالیٰ عنہا نے سمجھا اور ہم کو سمجھایا۔ کاش ہماری سمجھ
میں آجائے۔!

اور دیکھئے ببل چہستان رسالت حضرت حسان بن ثابت
رضی اللہ عنہ کیا فرما رہے ہیں :

فَأَمْسَى سِرًا جَائِسْتِنِيرًا وَهَادِيًا
يَلُوحُ كَمَا لَوَّحَ التَّصْقِيلُ الْمُهَنَّادُ

لہ القرآن المحکم، سورۃ الاحزاب، ۵۶

(ترجمہ) وہ روشن چراغ اور ہادی بن کر تشریف لائے اس طرح چمکتے ہیں جس طرح چمکانی ہوئی تلوار جگمگے۔

(ترجمہ) میں نے اپنے کلام سے آپ کی تعریف نہیں کی بلکہ اپنے کلام کو آپ کے نام پاک سے سنوارا ہے۔

(ترجمہ) میری آنکھوں نے آپ سے بڑھ کر آج تک کوئی حسین نہ دیکھا اور دنیا جہان کی عورتوں کے آغوش میں آپ سے کابل واکل پیدا ہی نہیں ہوا۔ آپ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آپ نے چاہا خالق نے ایسا ہی آپ کو بنا دیا ہے

مَا اِنْ مَدَحْتَ مُحَمَّدًا بِمَا قَالَتْ
لَكِنْ مَدَحْتَ مَا قَالَتْ بِمُحَمَّدٍ

(ج) وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَوْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي
وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَوْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبْرَأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق و محبت سے بھرپور یہ تاثرات پڑھو اور پھر دیکھو کہنے والے نے کس دل سے کیا کیا کہ دیا: _____؟
سنو، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرما رہے ہیں:

۱۔ عبدالرحمن البرقوتی؛ شرح دیوان حسان بن ثابت، بیروت ۱۹۶۶ء ص ۱۶۵

۲

۳۔ عبدالرحمن البرقوتی؛ شرح دیوان حسان بن ثابت، بیروت ص ۶۶

(ترجمہ) وہ امین ہیں، وہ برگزیدہ
ہیں۔ بھلائی کی دعوت دیتے ہیں۔
ہاں وہ چاندنی ہیں جس سے تاریکیاں
بھٹ جاتی ہیں۔

أَمِينٌ مُّصَافِيٌّ لِّخَيْرِيذَعْوَا
كَضَوْعِ الْبَدْرِ زَائِلَةٌ الْغَمَامُ

○ — آپ نے ان گلزاروں کی سیر کی — اب بتائیے آپ
نے زندگی کہاں پائی؟ — ان خارزاروں میں یا
ان گلزاروں میں؟ —

○ — آپ نے بہاریں کہاں دیکھیں؟ — ان خارزاروں
میں یا ان گلزاروں میں؟ —

○ — آپ نے روشنی کہاں پائی؟ — ان خارزاروں
میں یا ان گلزاروں میں؟ —

○ — آپ نے تازگی کہاں محسوس کی؟ — ان خارزاروں
میں یا ان گلزاروں میں؟ —

سچ بتائیے — کسی کی رورعایت نہ کیجئے — وہی کہئے
آپ کا دل جس کی گواہی دے — وہی بتائیے، آپ کا
ایمان جس کی شہادت دے — بیشک —

آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد!
آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد!
گیرم کہ تو پردہ برگزفتی از جمال
آں روح کجا کہ در جلال تو رسد!

کیا وہ عینِ اعظم جو راتوں کو اپنی امت کی مغفرت و بخشش کے لئے اشکبار رہا اور جب تک اس کے مولیٰ نے یہ پیغام نہ سمجھا دیا اس کو چین نہ آیا: —

ہاں کوئی دن گزرتے ہیں کہ ہم آپ
کو آپ کی امت کی طرف سے خوش کر دیں
گے اور غمگین نہ ہونے دیں گے:۔

کیا اس احسانِ عظیم کا بدلہ یہی ہے کہ ہم آپ کی تعریف و
توصیف کی بجائے آپ کے حضور زبان کو ایسا بے لگام کر دیں
کہ خود گویائی شرمانے لگے! — ہرگز نہیں، ہرگز نہیں! —
میرے بزرگو! اور میرے عزیزو! — بات کسی عالم کے
دقار کی نہیں۔ — بات وقار رسالتِ آباءِ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے
کیا کوئی مسلمان ایک لمحے کے لئے بھی یہ جرات کر سکتا ہے
کہ وہ اپنی پسندیدہ کسی بھی شخصیت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
عزت کو قربان کر دے۔ — نہیں نہیں۔ — معاذ اللہ
معاذ اللہ! — ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ — تو اپنے دلوں
کو ٹٹولنے اور اپنے دماغوں کو کھنگالنے۔ — بے ادبوں
اور گستاخیوں کے خس و خاشاک ہوں تو ان کو نکال پھینکنے کہ
دل عرش اللہ ہے۔ — اور پھر ایسوں سے دل لگائیے جو
ادب کی راہ پر چلاؤں کہ یہ فرشتوں کی راہ ہے۔ — جو
بے ادبی اور گستاخی کی راہ سے بچائیں کہ یہ ابلیس کی راہ ہے
جو محبت کی باتیں بتائیں۔ — جو عشق کے ترانے
گائیں۔ — آئیے عشقِ مصطفا سے سرشار ہو کر ہم سب یہ

اعلان و اقرار کریں

یا رسول اللہ! آپ کی عزت و ناموس
 پر ہماری عزت، ہمارے ماں باپ کی عزت
 ہمارے اخلاص و اسلاف کی عزت میں قربان
 ہوں۔۔۔۔۔ آپ ہماری آبرو ہیں۔۔۔۔۔
 آپ ہماری آرزو ہیں۔۔۔۔۔ آپ
 ہماری زندگی ہیں۔۔۔۔۔



نعت شریف

راز: حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمت اللہ علیہ مرشد طریقت
مولوی رشید احمد گنگوہی

اچھا ہوں یا بُرا ہوں، غرض جو کچھ سمجھی ہوں، سو ہوں
پر ہوں تہسارا، تم میرے مختار یا رسول
جس دن تم عاصیوں کے شفیع ہو گے پیشِ حق
اُس دن نہ بھولنا مجھے زہنہار یا رسول
تم نے بھی گرنہ لی خبر اس حالِ زار کی
اب جائے کہاں، بتاؤ، یہ لاچار یا رسول
دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا
کیا غم گرچہ ہوں میں بہت خوار یا رسول
کیا ڈر ہے اس کو شکر عصیاں و جرم سے
تم سا شفیع ہو، جس کا مددگار یا رسول
ہو آستانہ آپ کا، امداد کی جسیں
اور اس سے زیادہ کچھ نہیں، درکار یا رسول

حاجی امداد اللہ مہاجر کی: گل زار معرفت، مطبوعہ بلالی دغانی پریس
ساڈھورہ ضلعہ انبالہ، (طبع قدیم) ص ۷۶۔

محمد مصطفیٰ علیٰ سؤلہہ السلام

اختتامیہ

(۱)

مولوی اسمعیل دہلوی، ابن عبدالوہاب نجدی سے بہت متاثر تھے۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل حقائق سے بخوبی ہو سکتا ہے جن کو ہمارے محققین اور مورخین نظر انداز کر دیتے ہیں؛

۱۔ مولوی اسمعیل دہلوی نے ابن عبدالوہاب نجدی کے عقائد و افکار کا پرچار کیا؛

۲۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح توحید کی تائید اور انبیاء و صلحا کی تنقیص میں ایک کتاب لکھی؛

۳۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح اپنے عقائد و افکار کے خلاف عقیدہ رکھنے والے عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیا؛

۴۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کے طریقہ دعوت کو اپنایا؛

۵۔ انھوں نے مولوی سید احمد بریلوی کو "امیر المؤمنین" اور امام برحق تسلیم کیا اور دوسروں سے بزور شمشیر تسلیم کرایا۔ اور اس امامت کے منکرین کے خون کو حلال جانا۔ یہی روش ابن عبدالوہاب نے اختیار کی تھی؛

۶۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح ایسے مسلمانوں کے خون کو مباح جانا جنہوں نے ان کے عقائد و افکار کی مخالفت کی۔ ان کا خون بہایا ان کے اموال کو لوٹا، ان کے گھروں کو تاراج کیا؛

۷۔ انھوں نے ابن عبدالوہاب کی طرح ایسی حکومت قائم کرنے کی کوشش

جس میں صرف ان کے عقائد و افکار کی ترویج و اشاعت ہو؛
مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ابن عبدالوہاب
کی حیات و افکار پر مختصر روشنی ڈالی جائے پھر مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے مرشد
مولوی سید احمد بریلوی کے متعلق کچھ عرض کیا جائے تاکہ مولوی اسماعیل کے بارے
میں جملہ حقائق سامنے آجائیں اور قارئین کرام اچھی طرح سمجھ سکیں کہ نور و ناز میں
جو عبارات پیش کی گئی ہیں ان کے لکھنے والے کا مذہبی، فکری اور سیاسی پس منظر
کیا تھا اور اس کے غرام کیا تھے؛

(۲)

ابن عبدالوہاب سترھویں صدی کے اواخر یا اٹھارویں صدی کے اوائل میں
نجد کے مقام عینہ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۲ء میں نجد کے مقام درعیہ
میں وفات پائی۔ ان کی زندگی میں علم و فضل سے زیادہ جوش و جذبے کی کار و سرنامی
نظر آتی ہے اسی لئے دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا سید انور شاہ کشمیری
نے ان کے متعلق لکھا ہے :-

اصاحمّد بن عبد الوہاب النجدی فانہ کان رجلاً بليداً
قليل العلم۔

ترجمہ، لیکن محمد بن عبدالوہاب نجدی کم ہنم اور کم علم شخص تھا۔
اسی طرح علامہ عبدالحفیظ بن عثمان قاری طائفی نے ابن عبدالوہاب کو "جاہل
اور غبی" لکھا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ وہ اپنے متبعین کے علاوہ
عالم اسلام کے سارے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیتے تھے، تکفیر میں تعجیل
کرتے تھے اور بغیر عذر شرعی مسلمانوں کا بے دریغ خون بہاتے تھے، ان کے ہال
کو لوٹتے، ان کے گھروں کو تاراج کرتے؛

۱۔ بدر عالم فیض الباری، دیوبند ۱۹۸۰ء، جلد ۱ صفحہ ۱۷۰
۲۔ عبدالحفیظ بن عثمان، جلال القلوب و کشف الکروب، استانبول ۱۲۹۸ھ

حقیق کہ خود شیخ سلیمان بن عبدالوہاب اپنے بھائی محمد بن عبدالوہاب سے پوچھتے ہیں :-

آپ ان لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں جو کلمہ شہادت پڑھتے ہیں، نماز روزہ، حج اور زکوٰۃ کے پابند ہیں۔ ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ نے خلق خدا کو کافر بنانے کا قول کہاں سے لیا ہے؟ پھر دریافت کرتے ہیں :-

جو تفصیل آپ نے بیان کی ہیں کہ اس کام کا کرنے والا مشرک، اس کام کا کرنے والا مشرک۔ آپ نے یہ تفصیل کہاں سے لی ہے؟ — کیا ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے؟

ابن عبدالوہاب نے جن مسلمانوں کو اپنے خیال میں کافر و مشرک سمجھا ان کا بے دریغ خون بہایا، اس کی تفصیلات ایک ہم عصر عالم علامہ ابن عابدین شامی کی تحریر سے ملتی ہیں، وہ لکھتے ہیں :-

بخد سے عبدالوہاب کے پیروان نکلے اور انھوں نے حرمین پر قبضہ کیا۔ وہ اپنے کو اگرچہ حنبلی کہتے ہیں لیکن ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مسلمان صرف وہی ہیں، جو بھی ان کے عقائد کے خلاف ہو، وہ مشرک ہے بنا بریں انھوں نے اہل سنت کو اور ان کے علماء کو قتل کرنا مباح قرار دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ سلیمان نے ابن عبدالوہاب سے پوچھا :-
”اسلام کے ارکان کتنے ہیں؟“
انھوں نے جواب دیا :- ”پانچ“
شیخ سلیمان نے کہا :-

۱۔ الصواعق اللہیة فی الرد علی الوہابیة، مطبوعہ استانبول، ۱۹۵۵ء، ص ۵۵۔ ایضاً ص ۵
۲۔ محمد امین بن عمر معروف بر ابن عابدین: رد المحتار شرح در مختار، مطبوعہ مطبعہ العالمیہ، ۱۳۲۹ھ، ص ۳۹

انت جعلتها سته والسادس من لم يتبعك فليس بمسلم
ترجمہ: آپ نے چھ ارکان بنا دیئے اور چھٹا رکن یہ ہے کہ جو شخص آپ کی پیروی نہ
کرے وہ مسلمان نہیں ہے؛

ابن عبد الوہاب نے جب اپنی دعوت کا آغاز کیا تو امیرِ درعیہ محمد بن مسعود نے ان کے ہاتھ
پر بیعت کی پھر درعیہ کے قریب جوار میں اس مسلک کو پھیلایا گیا۔ آل سعود سے اس
مسلک کو فوجی قوت ملی پھر حرمین شریفین اور رتب و جوار میں مسلمانوں کا بے دریغ
خون بہایا گیا اور مقابر و مقامات مقدسہ کو منہدم کیا گیا اور بے حرمتی کی گئی۔ اس
کی تفصیلات تاریخ نجد و حجاز (مصنفہ محمد عبدالقیوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء) میں
مطالعہ کی جاسکتی ہیں۔ ابن عبد الوہاب اور ان کے متبعین کے اس عمل کو معاصر اور
متاخرین علمائے اچمانہ سمجھا اور تقریباً چالیس علماء عرب نے ابن عبد الوہاب کے
اوقات و اعمال کا رد لکھا۔ خود ان کے والد ان سے خوش نہ تھے اور ان کے بھائی شیخ
سلیمان بن عبد الوہاب نے ان کے رد میں رسالہ لکھا جس کے حوالے پیچھے پیش
کئے گئے، یعنی الصواعق الالہیہ فی الرد علی الوہابیہ (۱۱۶۷ھ) یہ رسالہ ابن الوہاب
کی دعوت کے آٹھویں سال لکھا گیا، اس میں ایک ایک کر کے ابن الوہاب کے عقائد
و اوقات کا مدلل رد لکھا گیا ہے جو قابل مطالعہ ہے؛

(۳)

مولوی اسماعیل دہلوی نے ابن عبد الوہاب کی پیروی میں اپنے عقائد ترتیب
دیئے اور ابن عبد الوہاب کی کتاب رد الاشرک یا کتاب التوحید کے طرز پر تقویتہ الایمان
لکھی پھر اس کے عملی نفاذ کی کوشش کی۔

مولوی اسماعیل ۱۲ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء کو بمقام پھلت (ضلع مظفرنگر
بھارت) میں پیدا ہوئے اور ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء کو بالا کوٹ (سرحد پاکستان)

ابن سلیمان نجدی: الصواعق الالہیہ، مطبوعہ استانبول
ابن ابو حامد بن مرزوق: التوسل بالنبی و جملۃ الوہابیین، مطبوعہ استانبول ۱۹۷۶ء

میں جان دی — مولانا محمد رفیع شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے چھوٹے بیٹے شاہ
عبدالغنی کے فرزند تھے۔ ابتدائی کتابیں ان سے پڑھیں پھر اپنے چچا حضرت شاہ عبدالغزیز
محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر سے پڑھا اور جلد ہی فارغ ہو گئے،
طبیعت میں ضد کا مادہ تھا چنانچہ ایک موقع پر انھوں نے اپنے چچا حضرت شاہ
عبدالغزیز اور شاہ عبدالقادر کی ہدایت و نصیحت پر عمل کرنے سے بھی انکار کر دیا جس
سے ان کو سخت قلق ہوا

مولوی اسماعیل دہلوی کی متعدد تصانیف میں تقویتہ الایمان زیادہ مشہور ہوئی
اس کی وجہ سے مسلمانوں میں بڑا انتشار پھیل گیا جو اب تک قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خالوادہ
ولی اللہی کے اکابر علمائے اس سے بیزاری کا اظہار فرمایا اور ربیع الاول ۱۲۴۰ھ کو
دہلی کی جامع مسجد میں باقاعدہ اس کا اعلان کیا گیا۔ حضرت شاہ عبدالغزیز محدث
دہلوی نے اس کا رد لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا جو علالت کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا۔ علامہ
فضل حق خیر آبادی نے اس کے رد میں ایک کتاب تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ
(۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۵ء) تحریر فرمائی اس میں شاہ عبدالغزیز محدث دہلوی کے سترہ نامی
گرامی شاگردوں کی تصویب و تصدیق موجود ہے۔ مولوی اسماعیل کے چچا زاد بھائی
مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین نے تقویتہ الایمان کے رد میں معید الایمان
کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اسی طرح دوسرے بھائی مولانا محمد موسیٰ نے بھی حجۃ العمل
فی اثبات اہل کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ مولانا مخصوص اللہ، تقویتہ الایمان کی
فتنہ انگریزی کے پیش نظر اس کو تقویتہ الایمان کہا کرتے تھے یعنی ایمان کو ہلاک
کرنے والی۔

۱۔ ارواح ثلاثہ، امداد الغریب، سہارنپور ۱۳۴۰ھ، حکایت ۳۰

۲۔ مخصوص اللہ: تحقیق الحقیقہ، مطبوعہ ممبئی ۱۲۶۶ھ بحوالہ انوار آفتاب صداقت مؤلف فضل احمد

لہمیائی نوی۔ ص ۲۲۔ ۳۔ زید ابوالحسن فاروقی: مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویتہ الایمان

مطبوعہ دہلی ۱۹۸۳ء، ص ۱۴۔ ۴۔ ایضاً، ص ۱۰۱

مولانا فضل رسول بدایونی کے استفسار پر مولانا مخصوص اللہ ابن شاہ رفیع الدین دہلوی نے تحقیق الحقیقہ کے نام سے ایک سالہ تجریر فرمایا تھا، اس کی مندرجہ ذیل عبارت سے تقویۃ الایمان کی حیثیت متعین کی جا سکتی ہے۔

۱۔ تقویۃ الایمان کہ میں نے اس کا نام تقویۃ الایمان ساتھ فاء کے رکھا ہے اس کے رد میں رسالہ جو میں نے لکھا ہے اس کا نام معید الایمان لکھا ہے۔ اسماعیل کا رسالہ موافق ہمارے خاندان کے کیا کہ تمام انبیاء اور رسولوں کی توحید کے خلاف ہے کیوں کہ پیغمبر سب توحید کے سکھانے کو اپنی راہ پر چلنے کو بھیجے گئے تھے، اس کے رسالے میں اس توحید کا اور پیغمبروں کی سنت کا پتہ بھی نہیں ہے۔

۲۔ جس رسالے سے اور اس کے بنانے والے سے لوگوں میں برائی اور بگاڑ پھیلے اور خلاف سب انبیاء و اولیاء کے ہو وہ گمراہ کرنے والا ہوگا یا ہدایت کرنے والا ہوگا؟ — میرے نزدیک اس کا رسالہ عمل نامہ برائی اور بگاڑ کا ہے اور بنانے والا فتنہ گر اور مفسد اور غادی اور مغوی ہے۔

تقویۃ الایمان کے بارے میں یہ خیالات شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا مخصوص اللہ کے ہیں جو مولوی اسماعیل دہلوی کے تایا زاد بھائی تھے گھر کا حال اہل خانہ ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا تاثرات سے تقویۃ الایمان کی حیثیت آسانی سے متعین کی جا سکتی ہے۔

غالباً تقویۃ الایمان کی اسی فتنہ انگیزی کی وجہ سے انگریزوں نے اس کی اشاعت میں حصہ لیا۔ کیوں کہ ملت اسلامیہ میں انتشار و افراق ان کے مقاصد جلد میں سے

۱۔ مخصوص اللہ، تحقیق الحقیقہ، بحوالہ مذکور، ص ۱۰۲
 ۲۔ ایضاً: ص ۱۰۲۔ ۱۰۳ قمر النصار ڈاکٹر: العلانۃ فضل حق خیر آبادی، مقالہ ڈاکٹر شیف عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد دکن، ص ۱۵۲

ایک اہم مقصد تھا جس کا اظہار اس رپورٹ سے ہوتا ہے جو ۱۸۷۰ء میں اسٹاک ہاؤس (لندن) کی منتقد کالفرنس میں ہندوستان میں متعین انگریز پادریوں نے پیش کی، ملاحظہ فرمائیں :-

ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غذا تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں، وہ مرحلہ اور تھا۔ اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غذائی کی تلاش کی گئی تھی، لیکن اب جب کہ ہم برصغیر کے چپے چپے پر حکمران ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن و امان بھی بحال ہو گیا ہے تو ان حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبے پر عمل کرنا چاہیے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث ہو۔

یہ تھے انگریزوں کے عزائم اور اس کی تکمیل کے لئے انھوں نے شری سے شری اور شریف سے شریف مسلمانوں کو اپنی حکمت عملی سے استعمال کیا۔ کسی کو خبر تھی کہ وہ کس کا آلہ کار بنا ہوا ہے اور کوئی اپنی سادگی اور سادہ لوحی کی وجہ سے اس سے بے خبر تھا۔

(۴)

مولوی اسماعیل دہلوی نے ابن عبدالوہاب کی تصنیف کتاب التوحید (ردالشرک) کو سامنے رکھ کر اپنے عقائد و افکار کا ڈھانچہ تیار کیا جس کا نام تقویۃ الایمان رکھا، حقیقت تو یہ ہے کہ کتاب التوحید گویا متن ہے اور تقویۃ الایمان اس کی شرح ہے۔ پھر جس طرح ابن عبدالوہاب نے کتاب التوحید کے عملی اور حتمی نفاذ کے لئے اقتدار و حکومت کا سہارا لیا اسی طرح مولوی اسماعیل نے بھی اقتدار و حکومت کا سہارا لیا۔ اور جس طرح محمد بن عبدالوہاب نے ان مسلمانوں سے قتال کیا جنہوں

لے بیس بڑے مسلمان (مقدمہ علامہ خالد محمود) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء، ص ۶
۲۔ کتاب التوحید کی شرح تقویۃ الایمان کے بھی علماء نے بکثرت رد لکھے جن کی تعداد ایک اندازہ کے مطابق پچاس سے تجاوز کر چکی ہے (مستعد)

نے ان کے عقائد و افکار کی مخالفت کی یا ان کے اقتدار کو تسلیم نہیں کیا اسی طرح مولوی اسماعیل نے بھی اپنے عقائد و افکار کی اشاعت و ترویج اور قطعی نفاذ میں مانع مسلمانوں سے قتال کیا۔ تفصیلات آگے آتی ہیں۔

۷ جمادی الآخرہ ۱۲۳۱ھ / ۷ جنوری ۱۸۲۶ء کو مولوی اسماعیل دہلوی اپنے مرشد مولوی سید احمد بریلوی کے ہمراہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک مہم پر راجپوتانہ، سندھ، بلوچستان ہوتے ہوئے افغانستان میں داخل ہوئے اور وہاں سے دسمبر ۱۸۲۶ء / ۲۲۲ھ کو چار سڑہ کے علاقہ ہشت نگر پہنچے۔ ایک مہینہ نہ گزرا تھا کہ مولوی اسماعیل نے اپنے مرشد مولوی سید احمد کا اشارہ پا کر ان کو امام برحق تسلیم کیا اور امیر المومنین بنا دیا اور یہ حکم ناطق نافذ کیا:۔
”جو شخص آبخناب کی امامت ابتدا ہی سے قبول نہ کرے یا قبول کے بعد اس سے انکار کرے وہ ایسا باغی ہے کہ اس کا خون بہانا حلال ہے اور اس کا قتل کرنا کافروں کے قتل کی طرح عین جہاد اس معاملے میں عاجز کا مسلک ہی ہے لہذا اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کا جواب تلوار کی نمار ہے نہ تکریر و تفسیر“

مولوی سید احمد بریلوی نے افغانستان کے والی امیر دوست محمد خاں کے نام ۲۲۲ھ کو جو خط لکھا تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل نے مولوی سید احمد کا اشارہ پا کر اور ان پر ایمان بالغیب رکھ کر یہ قدم اٹھایا۔ مولوی سید احمد والی موصوف کو لکھتے ہیں:-

”خاص و عام مسلمانوں کے اتفاق رائے سے سب امامت کی بیعت اس عاجز کے ہاتھ پر کی اور جمعہ کے روز عاجز کا نام خطبے میں لیا گیا اس خاکسار ذرہ بے مقدار کو اس بلند مرتبے کے حاصل ہونے کی بشارت غیبی اشائے اور الہام کے ذریعہ جس میں شک و شبہ کی گنجائش

ہنیں ہے، دی گئی تھی۔“

مولوی اسماعیل دہلوی کے ہم سبق اور اس تحریک کے رفیق کار مولانا محبوب علی نے اس اعلانِ امامت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا اور خلوتِ خاص میں مولوی سید احمد بریلوی کو مشورہ دیا:-

”آپ یہ نہ کہیں کہ میں امیر المؤمنین اور زمین پر اللہ کا خلیفہ ہوں اور میری اطاعت تمام لوگوں پر واجب ہے کیوں کہ یہ نرالی بات رئیسوں اور سمجھداروں کو وحشت میں ڈالتی ہے“

مگر مولوی سید احمد نے اس مشورے کو منظر انداز کر دیا اور مولانا محبوب علی سے کہا کہ خاموشی سے اطاعت کئے جاؤ، ان کے لئے یہ مشکل تھا تو وہ اجازت لے کر وطن واپس چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد اس خیال سے کہ ہمیں دوسرے لوگ بھی ان کو چھوڑ کر چلے جائیں، مولوی سید احمد نے اعلان کیا:-

”جو بھی میرے پاس سے اپنے وطن کو لوٹ کر جائے گا اُس کا ایمان گنہگار ہے۔“
مولوی محبوب علی کے چلے جانے کے بعد اس تحریک کو جو صدمہ پہنچا اس کا محمد جعفر تھانیسری نے اس طرح ذکر کیا ہے:-

”مولوی محبوب علی کے اغوا سے جو کاروبار جہاد کو صدمہ پہنچا ویسا صدمہ اس لشکر کو آج تک کسی سکھ یا ڈرائی کے ہاتھ سے نہ پہنچا تھا۔ مولوی محبوب علی کے فتنے کے بعد مدت سے ہندوستان سے تھانفلوں کا آنا بند ہو گیا۔ اکثر معاویین جہاد مست ہو گئے۔“

۱۔ ابوالحسن فاروقی: مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویتہ الایمان، ص ۸۸ بحوالہ مکتوب سید احمد شہید، ص ۱۴۸
۲۔ محبوب علی: تاریخ الامم (قلی)، محررہ ۱۲۵۱ھ، ص ۸۹۵، ص ۳ ایضاً، ص ۸۹۶
۳۔ مولوی محبوب کے ساتھ مجاہدین کی ایک بڑی جماعت واپس چلی گئی تھی۔ اس کو جعفر تھانیسری نے ’اغوا‘ سے تعبیر کیا ہے۔

۴۔ محمد جعفر تھانیسری: حیات سید احمد شہید، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۲۳۶

مولوی سید احمد کا وہی مسدک تھا جو ان کے دست راست اور مرید باصفا مولوی اسماعیل دہلوی کا تھا، یعنی دونوں حضرات پاک و ہند کے اکثر علماء و مشائخ اور مسلمانوں کو کفر و ارتداد میں مملوث سمجھتے تھے جس کا اظہار مولوی سید احمد نے رئیس ٹونک (بھارت) نواب وزیر الدولہ کے نام ایک مکتوب میں کیا ہے؛

مولوی سید احمد کے اعلان امامت کے بعد ان کو شک و شبہ کی نظر سے بچھا جانے لگا اور یہ خدشہ ظاہر کیا جانے لگا کہ آپ کا مقصد خاص مقاصد کی تکمیل کے لئے اقتدار و حکومت حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ آپ نے ۶ ربیع الاول ۱۲۲۹ھ کو حاکم پشاور سلطان محمد خاں کے نام ایک اطلاع نامہ ارسال فرمایا اور اس کی نقول طرف جوانب میں ارسال کیں۔ اس میں ان خدشات کو رفع فرمایا۔ جو کچھ تحریر فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے :-

- ۱۔ مسلمان امرار میں کسی کے ساتھ ہماری منازعت نہیں؛
- ۲۔ نہ مومنین روساء میں سے کسی سے ہماری مخالفت؛
- ۳۔ لئیم کافروں سے ہمارا مقابلہ ہے، نہ مدعیان اسلام سے؛
- سلطان محمد خاں نے اس وضاحت کو کافی نہ سمجھا اور جواباً لکھا :-
- ۱۔ یہ دعویٰ کہ مسلمانوں سے نہیں بلکہ کفار سے لڑنے آتے ہیں۔ ابلہ فریبی ہے؛

- ۲۔ آپ کا عقیدہ فاسد اور نیت کا سد ہے؛
- ۳۔ آپ فقیر ہو کر ارادہ امامت و حکومت رکھتے ہیں؛
- ۴۔ ہم نے بھی خدکے واسطے کمر باندھی ہے کہ تم کو قتل کر کے اس زمین کو تم سے پاک کریں گے؛

۱۔ ابوالحسن فاروقی: مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان ص ۸۸ بحوالہ مکتوبات سید احمد شہید
 ۲۔ ایضاً، ص ۹۶ بحوالہ تواتر عجیبہ مولفہ جعفر تھا نیسری و مکتوب سید احمد شہید ص ۱۹-۲۸
 ۳۔ ایضاً، ص ۹۶ بحوالہ مذکورہ

سلطان محمد خاں کے اندیشے غلط نہ تھے چنانچہ ۱۸۳۳ء کو مولوی سید احمد اور ان کے رفقاء نے پشاور اور کوہاٹ پر قبضہ کیا، اس مہم میں دو ہزار مسلمان شہید ہوئے اور ایک ہزار مجروح۔۔۔ سب سرداروں سے بیعت لی مگر سردار پانیرہ خان نے بیعت نہ کی۔ سید احمد کے ساتھیوں نے اس سے جنگ کی، اس کے علاقہ کو تاراج کیا اور اس پر قبضہ کیا؛ پانیرہ خان نے سردار ہری سنگھ سے مدد لے کر سید احمد اور اسماعیل دہلوی پر غلبہ حاصل کیا اور سکھوں کو انعام و اکرام سے نوازا، اسی طرح سلطان محمد خاں نے بھی پشاور و کوہاٹ پر قبضہ کے بعد بہاراجہ رنجیت سنگھ کو ایک قیمتی ٹھوڑا نذر کیا اور مولوی سید احمد اور مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے رفیقوں کے خلاف مدد طلب کی؛

مندرجہ بالا حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصد کچھ اور ہی تھا، سکھوں سے جنگ کرنا مقصود نہ تھا ورنہ مقامی مسلمانوں کا سید احمد کے خلاف سکھوں سے مدد طلب کرنا کیا معنی؟

مولوی سید احمد کے رفقاء میں رفیق خاص مولوی محبوب علی نے سب ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ اپنے اپنے وطن واپس جا کر حقوق العباد ادا کریں۔ انھوں نے سوال کیا۔

”جہاد کہاں ہے؟“

”تم نے کونسے دن کسی کافر کو مارا ہے؟“

مقامی مسلمانوں کے خلاف قتال و جدال نے بعض مقامی علماء کو سید احمد اور مولوی اسماعیل سے بدظن کر دیا جس کا اندازہ خود مولوی سید احمد کے مکتوب سے

۱۔ جعفر تھا نیسری: تواریخ عجیبہ، ص ۱۴۹

۲۔ مراد علی: تاریخ تناولیاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء، ص ۴۷-۵۶

۳۔ جعفر تھا نیسری: تواریخ عجیبہ، ص ۱۴۹

۴۔ غلام رسول مہر: سید احمد شہید، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، ص ۲۴۶

سے ہوتا ہے۔ اس مکتوب سے پتا چلتا ہے کہ مقامی علماء آپ سے برگشتہ ہو گئے اور آپ کو ملحد و بے دین سمجھنے لگے۔
مولوی محبوب علی نے لکھا ہے :-

” (مقامی مسلمان) سید احمد کے اعلان امامت کے بعد آپ سے لڑے اور قتال کیا۔ جناب سید صاحب کے لوگوں نے مقتولین کے اموال میں مالِ غنیمت کی طرح تصرف کیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ سید صاحب خلافت کے لائق نہیں لہذا سب نے بیعت توڑ دی اور کہا ہم تمہارا اتباع کسے، امر میں نہیں کرتے۔ ایک اور حادثہ پیش آیا۔ سید احمد کے رفقاء جبراً افغان عورتوں اور بیواؤں سے نکاح کرنے لگے۔ چنانچہ خوشگئی خاں کی ایک لڑکی کا جبراً نکاح ہوا جس نے اس کو برہم کر دیا۔ اس نے خان خٹک سے مل کر ایک مہم چلائی جس کے نتیجے میں سید صاحب کے مقرر کردہ تمام سرداروں کو قتل کر کے ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس صورت حال نے سید احمد کو سخت مایوس کر دیا اور انہوں نے مایوسی کے عالم میں اپنے ساتھیوں سے فرمایا :-

میں اب اس سرزمین کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔ یہ نہیں بتا سکتا کہ کہاں جاؤں گا۔ میں آپ کو رخصت دیتا ہوں آپ مجھے رخصت دیں۔

مگر چند رفیق جو باقی رہ گئے تھے وہ آپ کے ساتھ رہے، مایوس ہو کر آپ

۱۔ محبوب علی: تاریخ الامۃ فی ذکر خلفاء الامۃ (۱۲۴۴ھ - ۱۲۵۱ھ)، قلمی مخزن
انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز، تغلق آباد، دہلی، ص ۸۹۱
۲۔ زید ابوالحسن فاروقی، مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویتہ الایمان بحوالہ حزب ولی اللہ کی تاریخ کا مقدر از مولانا عبید اللہ سندھی، ص ۱۰

۳۔ ایضاً، ص ۱۰۱-۱۰۲

چل پڑے، واپسی میں آپ کاغان پہنچے، درۂ بھوکر میں شیر سنگھ پر شب خون مارا، آگے بڑھ کر بالا کوٹ پر قبضہ کیا، پھر مظفر آباد فتح کیا۔ سید احمد کے خلاف چوں کہ مقامی مسلمانوں کی مدد کر چکے تھے اس لئے سکھوں کے خلاف اس مہم میں مقامی مسلمانوں نے بھی مدد کی، اس طرح فیصلہ کن جنگ ہوئی اور بالا کوٹ کے ایک حصے میں محصور مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے سارے رفقاء مارے گئے؛

سید صاحب کے باڈی گاڑو مولوی بعفر علی نقوی لکھتے ہیں:-
 حضرت امیر المؤمنین درہماں جماعت از نظر من غائب شہید،
 یعنی اسی جماعت میں امیر المؤمنین میری نظروں سے غائب ہو گئے،
 میدان جنگ سے غائب ہونے کے بعد آج تک آپ کو کسی نے نہ دیکھا
 چنانچہ آپ کی وفات کی کوئی مستند اور قابل ذکر شہادت تاریخ سے نہیں ملتی۔
 مولوی اسماعیل دہلوی کو ہلاس اناس، سونگھنے کی بہت عادت تھی، میدان
 جنگ میں دشمن پر حملے اور انتقال کی جو کیفیت محمد جعفر تھانوی نے لکھی ہے وہ
 یہ ہے:-

”ناس سونگھ کر لشکر کفار میں گھس کر آپ شہید ہو گئے“

یہ بھی لکھا ہے کہ چوں کہ آپ کو ناس اہلاس (سوار) سے پیار تھا اس لئے
 آپ کی قبر پر لوگ سوار چڑھا کر میتیں اور مردیں مانگتے ہیں،

(۵)

قاری کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آخر اتنے دُور دراز مقام پر جا کر
 یہ مہم جوئی کیوں کی گئی۔ اس سلسلے میں محققین اور مورخین کے پانچ نظریات
 ملتے ہیں:-

۱۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ تحریک انگریزوں کے خلاف تھی؛

۲۔ محمد جعفر تھانوی، حیات سید احمد شہید، ص ۲۸۸؛

۳۔ ایضاً، ص ۳۱۵؛ ۴۔ ایضاً، ص ۳۱۶؛

- ۲۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ اسلامی تحریک تھی؛
 ۳۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ آزادی وطن کی تحریک تھی؛
 ۴۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ سکھوں کے خلاف تحریک تھی؛
 ۵۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ ایک نظریاتی اور فرقہ وارانہ تحریک تھی؛
- ۱۔ اگر یہ تحریک واقعی انگریزوں کے خلاف تھی تو یہ بات تعجب انگیز ہے کہ سید احمد اور ان کے رفقاء نے انگریزوں کی عمل داری میں میلوں سفر کیا مگر وہ مزاحم نہیں ہوئے بلکہ بقول حسین احمد مدنی:-

جب سید احمد کا ارادہ سکھوں سے جھگڑ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کو دیکھ کر ہتھیار کرنے میں سید صاحب کی مدد کی۔

محمد جعفر تھانیسری نے بعض ایسے حقائق پیش کئے ہیں جن انگریزوں سے مولوی سید احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کا ربط خاطر ظاہر ہوتا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ جب سید صاحب حج کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو ایک انگریز سوداگر نے آپ کے قافلے والوں کو کھانا پیش کیا۔ ایک جگہ لکھا ہے کہ انگریزوں کی دعوت پر سید صاحب نے مولوی اسماعیل کو وعظ و نصیحت کے لئے بھیجا، چنانچہ:-

اُس دن تقریباً دس ہزار میم صاحب اور صاحب لوگ آپ کے وعظ سننے کو جمع ہوئے تھے۔

ایک جگہ لکھا ہے کہ جب سید صاحب سنی ہم پر روانہ ہوئے تو شیخ غلام علی رئیس اعظم الہ آباد کی معرفت لفٹیننٹ گورنر بہار کا ضلع شمال مغربی کو باقاعدہ

۱۔ حسین احمد مدنی: نقش حیات، جلد دوم مطبوعہ کراچی ۱۹۶۹ء، ص ۴۱۹

۲۔ محمد جعفر تھانیسری: حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء، ص ۱۳۱

۳۔ ایضاً، ص ۱۶۸

۲۔ اگر یہ تحریک اسلامی تھی تو اس مہم جوئی میں ہندوؤں سے کیوں مدد مانگی گئی اور ہندو افسروں کو اپنی فوج میں کیوں بھرتی کیا گیا؟ مولوی حسین احمد لکھتے ہیں :-

سید صاحب کا ہندو ریاستوں کو مدد اور شرکت جنگ کی دعوت دینا اور اپنے ٹوپ خانے کا افسر راجہ رام راجپوت کو مقرر کرنا خود اس کی دلیل ہے کہ آپ ہندوؤں کو اپنا محکوم نہیں بلکہ شریک حکومت بنانا چاہتے تھے۔

۳۔ اگر یہ آزادی وطن کی تحریک تھی اور اس کا مقصد ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ حکومت قائم کرنا تھا جیسا کہ مولوی حسین احمد کا خیال ہے تو پھر سید احمد کا عہدہ امامت اور خلافت پر فائز ہو کر اپنی حکومت قائم کرنا کیا معنی؟

۴۔ اگر یہ تحریک سکھوں کے خلاف تھی تو مقامی مسلمانوں اوروں کا ہری سنگھ اور رنجیت سنگھ سے مدد طلب کرنا کیا معنی؟ — مولوی حسین احمد نے لکھا ہے "سکھوں سے جنگ فرقہ واریت کی بنا پر نہ تھی بلکہ اس بنا پر تھی کہ وہ انگریزوں کے حلیف و مددگار تھے،

لیکن اگر ایسا ہوتا تو پھر انگریز — سید احمد کی کیوں مدد کرتے حقیقت میں انگریز سید صاحب سے نہیں بلکہ سکھوں سے خوف زدہ تھے جن پر اس وقت تک وہ غلبہ حاصل نہ کر سکے تھے۔

۵۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ تحریک نظریاتی اور فرقہ وارانہ تحریک تھی یعنی اس کا مقصد یہ تھا کہ ایک حکومت قائم کر کے خاص قسم کے عقائد و افکار وہاں نافذ کئے جائیں۔ اس خیال کی توثیق مولوی محبوب علی کے اس بیان سے ہوتی ہے :-

۱۔ محمد جعفر تھانوی، حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء، ص ۱۶۸
۲۔ حسین احمد مدنی، نقش حیات، جلد دوم مطبوعہ کراچی ص ۲۲۲ سے ایضاً، ص ۲۲۳

”میں نے جب سید صاحب کی مجلس کا یہ حال دیکھا، سمجھ گیا یہ کام ان کے بس کا نہیں اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ اختلافات کے جھگڑوں میں علما مائے جائیں گے اور جاہلوں کا مذہب سید صاحب کے کشفات اور معارف ہوں گے۔“

مولوی محبوب علی نے جس اندیشے کا اظہار فرمایا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اصل جنگ افکار و عقائد کی جنگ تھی جس کی تصدیق و توثیق دوسرے تاریخی تاریخی حقائق و شواہد سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً جب سید صاحب ۱۲۳۶ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو انھوں نے وہاں اپنے حلقہ اثر میں ایک خواب کی تشہیر کی جس کا لب لباب یہ ہے:

۱۔ چاروں فقہائے مذہب میں سے کوئی مذہب مجھے پسند نہیں، کوئی طریقہ میرے طریقے پر نہیں؛

۲۔ مشہور طریق اولیا اللہ میں کوئی طریقہ میرے طور پر نہیں؛

اس خواب سے سید صاحب کے مسلک کا بخوبی تعین کیا جاسکتا ہے۔ یہی وہ ہے کہ جب سید صاحب اپنی مہم پر صوبہ سرحد پہنچے تو وہاں مولوی اسماعیل ہلوی، کابل قندھار، سمرقند اور ماوراء النہر وغیرہ کے علما سے مسئلہ وجوب تقلید پر بحث کرتے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ بظاہر ”جہاد“ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ خود مولوی سید احمد نے اپنے عزائم کا اس طرح اظہار فرمایا ہے:

”مجھ سے خلقت کو جو فیض ایمانی پہنچا ہے روز بروز ترقی پر ہے گا اور انشاء اللہ تعالیٰ ہندوستان، خراسان، چرک شکر اور پلیدی بدعت سے میرے ہاتھ سے یکسر پاک و صاف ہو کر انوار اسلام سے منور (ہوں گے)“

۱۔ محبوب علی: تاریخ الائمہ (قلمی) محررہ ۱۲۵۱ھ، ص ۸۹۵ (نوٹ) اس موضوع پر شاہ حسین گردیزی (کراچی) کی تصنیف قابل مطالعہ ہے (مستود) ۲۔ محمد جعفر تھانیسری: حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی ۱۳۶۵ھ، ص ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱

یہ ”چرکِ شرک“ اور پلیدی بدعت“ وہی ہے جس کے خلاف ابن عبد الوہاب نے تلوار اٹھائی اور ہزار ہا ہزار مسلمانوں کا خون بہایا۔
مولوی سید احمد نے اپنے متبعین کو نفسیاتی طور پر خوابات اور بشارات کے ذریعہ متاثر فرمایا۔۔۔۔۔ اپنی مہم پر روانگی سے قبل اپنی ہمیشہ سے جو کچھ فرمایا وہ قابل توجہ ہے۔ آپ نے فرمایا:

”اے میری بہن! میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور یہ بات یاد رکھنا کہ جب تک ہند کا شرک، اور ایران کا رخص، اور چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھ سے محو ہو کر ہر مردہ سنت زندہ نہ ہو جائے گی رب العزت مجھ کو نہیں اٹھائے گا۔ اگر قبل ظہوران واقعات کے کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق پر حلف بھی کرے کہ سید احمد میرے روبرو مر گیا یا مارا گیا تو تم اس کے قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا کیوں کہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ واثق کیا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کر کے مارے گا۔“

جن امور کا سید صاحب نے ذکر فرمایا ہے ان میں سے کوئی پورا نہ ہوا اور سید صاحب تشریف لے گئے۔ اگر ان باتوں کو سچ مانا جائے تو قاری کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ حق جل مجدہ نے سچا وعدہ نہ فرمایا۔ یہ خیال الحاد کی طرف لے جاسکتا ہے، لامحالہ یہی کہا جائے گا کہ سید صاحب نے جو اشارہ پایا وہ من جانب اللہ نہ تھا۔۔۔۔۔ بعض حضرات نے سید صاحب کی شکست کی یہ تاویل فرمائی کہ (معاذ اللہ) ”شکست سنت انبیاء ہے، اگر یہ شکست ہوتی تو سنت انبیاء کیسے پوری ہوتی؟“۔۔۔۔۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب سیرت سید احمد شہید میں ایک جگہ

بالواسطہ طور پر ایسے گستاخانہ قول کو نقل فرمایا ہے؛
 منذ جبہ بالہ حقائق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب کی تحریک
 ایک نظریاتی تحریک تھی۔ جن عقائد و افکار کی سید صاحب اور مولوی اسماعیل
 نے تبلیغ کی ان کا خاصہ ہے کہ وہ جبر کے مہیا رہے ہیں پھلتے پھولتے اور پھیلتے
 ہیں جس ماحول میں جبر نہ ہو، آزادی فکر ہو وہاں سمٹ جاتے ہیں۔ ایسے ماحول
 میں ان نظریات کے حاملین کی یہ کوشش رہتی ہے کہ تحریر و تقریر کے ذریعہ
 سید سے سامنے اور پڑھے لکھے مسلمانوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا
 کر کے ان کے دلوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین کی محبت سرد
 کر دیں، ان کو ان حضرات عالیہ کی جناب میں بے باک بنا دیں اور یہ خیال نہیں
 فرماتے کہ ان نفوس قدسیہ سے محبت و اخلاص کا تعلق ایمان میں حرارت
 پیدا کرتا ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے اسی قسم کے افکار و عقائد کی اشاعت
 کے لئے پہلے تقویتہ الایمان تحریر فرمائی اور پھر تلوار اٹھائی۔ تقویتہ الایمان
 کے بارے میں محمد جعفر تھانی سری کے یہ تاثرات قابل توجہ ہیں:

”اس کی عبارت بڑی پُر زور مثل ننگی تلوار کے ہے جس کی نورانی

شعاعوں سے مشرکوں اور گورپرستوں کے دل کباب ہوتے ہیں۔“

یہاں تھانی سری نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں اور بزرگان
 دین کے چاہنے والوں کو ”مشرکوں اور گورپرستوں“ سے تعبیر کیا ہے کیونکہ انھیں
 کے دل ”تقویتہ الایمان“ کی ان بے باکانہ عبارات سے مضطرب ہوتے ہیں،
 جن کے نمونے نوروز نامہ میں پیش کئے گئے ہیں؛

ہمارے بعض مورخین نے تاریخ پر فرقہ واریت کا رنگ چڑھایا اور تاریخ کو
 کچھ کچھ بنا دیا۔ مورخین و محققین نے مولوی سید احمد بریلوی کے سلسلے میں ایسی
 متضاد باتیں لکھ دی ہیں جن کو پڑھ کر حیرت اور وحشت برپا ہوتی جاتی ہے، کلیات
 جامعات کے نصاب اسی کے مطابق مدون ہوئے ہیں، بہت سی غلط باتیں لکھی گئیں

جو برابر پڑھائی جا رہی ہیں۔ — مؤرخین و محققین میں سب سے پہلے اس تلخ حقیقت کو مشہور مورخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے محسوس کیا اور ایک اجلاس میں برملا اعتراف کیا "اب تک جو تاریخ لکھی گئی ہے وہ سب کی طرف ہے؛ ان کی مراد پاک ہند کی اس تاریخ سے تھی جو مولوی سید احمد اور مولوی اسماعیل اور بعض دیگر علماء کے حوالے سے لکھی گئی ہے؛"

حقیقت یہ ہے کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے عقائد و افکار کو صحیح مان لیا جا تو پاکستان و ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کی اکثریت کا وزو مشرک قرار پاتی ہے اور ان کے نزدیک جب القتل۔ اس لئے ان عقائد و افکار کو تسلیم کرنا کسی بھی دانا و بینا مسلمان کیلئے ممکن نہیں۔ عہد جدید کے عالم و عارف مولانا زید ابوالحسن فاروقی مجددی نے کیا خوب فرمایا ہے :

”چاروں برحق اماموں کا زمانہ فترت ثلاثہ رہا ہے، جس کی خیریت اور خوبی کی خبر سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت عطا کی۔ بارہ سو سال سے تمام دنیا کے مسلمان ان کی پیروی کر رہے ہیں، اس عرصے میں ہزار ہا علماء اسلام ان حضرات کے بیان کردہ ہر ہر مسئلے کو بار بار پرکھ چکے ہیں، اور اس پر مہر تصدیق لگا چکے ہیں۔ ان حضرات کو چھوڑنا اور آٹھویں یا بارھویں صدی کے کسی فرد کو اپنا مقتدا بنانا کہاں کی دانشمندی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ سوا د اعظم کا ساتھ دو، بلکہ آپ نے یہ ارشاد کیا ہے:

”میری امت گمراہی پر اتفاق نہیں کرے گی“

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ، پرنسپل

گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھہ (سندھ۔ پاکستان)

۱۳ سوال المکرم ۱۴۰۳ھ

۱۳ جولائی ۱۹۸۴ء

لے زید ابوالحسن فاروقی؛ مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، مطبوعہ دہلی ۱۹۸۴ء، ص ۶۶۔

اظہارِ شکر

ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی اپنے محسن
جناب ایم۔ اے رحمن صاحب کا بید مہنون و
شکر گزار ہے جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں
ادارہ ہذا کے ساتھ بھرپور مالی تعاون فرمایا
اللہ تعالیٰ ان کو اس نیک عمل کے عوض اپنی
بے پناہ رحمتوں سے نوازے۔

آمین

سید ریاست علی قادری

محمد و فضل علی رسولہ الکریم

دعوت فکر

از علامہ محمد عبدالمبین نعمانی رکن المجمع الاسلامی مبارک پور بھارت
 تیرھویں صدی کی پہلی تہائی میں ہندوستان کی مذہبی نیا ایک لزلہ خیز کتاب سے
 روشناس ہوئی جس کا نام ہے تقویت الایمان جس نے منظر عام پر آتے ہی اپنے خود ساختہ معیار
 ایمان کے تحت تمام اسلامیان عالم کو کافر و مشرک قرار دے کر ایک عظیم ہیجان اور بردست
 طوفان برپا کر دیا۔ صدہا برس سے اسلاف کرام اور ائمہ عظام سے جو عقائد و اعمال اسلامی
 نشانات کی حیثیت سے چلے آ رہے تھے اس کتاب نے یک قلم ان سب کو مشرکانہ رسوم اور
 کافرانہ افعال سے تعبیر کر کے ایک نئے دین، نئی شریعت اور ایک نئے معیار ایمان کی بنیاد ڈال
 دی جس کا اسلاف کرام اور بزرگان دین سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ زیر نظر کتاب
 نور نادہ اسی کتاب کے خلاف ایک قلمی جہاد ہے جسے سعادت لوح و قلم پر دینسٹر محمد مسعود احمد صاحب
 ریم لائے پی ایچ ڈی، فرزند حضرت مفتی اعظم شاہ محمد منظر اللہ علیہ الرحمہ نے ایک مخصوص
 اچھوتے اور دل نشیں انداز میں قلم بند فرما کر ارباب علم و دانش کو دعوت فکر دی ہے۔ موصوف
 نے تیر و نشتر کے معروف طریقے سے ہٹ کر مذکورہ کتاب کی غیر اسلامی عبارتوں کا علمی و فکری محاسبہ
 کیا ہے اور قارئین کو عظمت و وقار مصطفیٰ علیہ السلام و النبا سے سینوں کو منور رکھنے کی تلقین
 کی ہے۔ پروفیسر موصوف اس کتاب میں ایک نشا پرد ازاد بیٹ مورخ سے زیادہ ایک مسوز
 داعی اور پر جوش مبلغ کی حیثیت سے صاف دیکھے جاسکتے ہیں جو ان کی غایت حب رسول
 پر دل ہے جو سینے مقام مصطفیٰ کے رمز شناس اور وقار مصطفیٰ کے امین ہوں گے وہ
 یقیناً اس کتاب سے مستفید ہوں گے اور جو لوگ اپنے اندر انصاف و دیانت کی تھوڑی بھی متق
 رکھتے ہوں گے وہ بھی مصنف کو داد دینے بغیر نہ رہیں گے کیونکہ سنجیدگی، منانت اور انصاف
 کے ساتھ ذہن و دماغ کی تہلیل اور جذبہ احترام نبوت کی توثیق اس کتاب کا طرہ امتیاز ہے؛

